Resized


CW
IM
IdeaMines
Aafaque Ehsen's IdeaMines Sites
for the public good
علم اپناؤ - خوشحالی پاؤ

مسیحی لاہور

مینجنگ ایڈیٹر مسٹر بی ایل رلیا رام

سالانہ چندہ [illegible] فی کاپی چار آنے

ہندوستانی مسیحیوں کا ماہوار رسالہ

جس میں رسالہ قاصد بھی شامل کر دیا گیا ہے

دورِ جدید	ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء	جلد ۳ نمبر ۵

کرسچن میوچوایل پراویڈنٹ فنڈ لمیٹڈ لاہور

مسیحیوں کا اپنا بیمہ فنڈ ہے جس میں ہر قوم و ملت و فرقہ کے مسیحیوں کا بیمہ کیا جاتا ہے منافع کے مالک بھی ممبران فنڈ ہی ہیں۔ سابقہ ویلیو ایشن مالیت پانچ سال میں فنڈ کو بیس ہزار روپیہ کا منافع ہوا۔ اخراجات بھی کم رکھے گئے ہیں حتیٰ کہ ڈائرکٹران فنڈ بلا معاوضہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ زندگی کا بیمہ تین اقسام ہیں۔ بیواؤں یتیموں کے لئے پنشن بچوں کے لئے تعلیمی وظائف۔ بڑھاپے کیلئے پنشن۔ کم حیثیت اشخاص کے لئے چار آنہ ماہوار تک بیمہ کیا جاتا ہے۔ رقوم چندہ مقابلتہً کم رکھی گئی ہیں۔ اڑھائی لاکھ روپیہ پنشنوں اور رقوم حق رسی میں ابتک ادا کیا جا چکا ہے۔ سرمایہ قریباً تین لاکھ۔ زر ضمانت قریباً سوا لاکھ سرکار کے پاس جمع ہے ✦

ہر شہر اور قصبہ میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ مفصل حالات کیلئے ذیل کے پتہ پر لکھیں

فیلڈ سکرٹری۔ کرسچن میوچوایل پراویڈنٹ فنڈ لمیٹڈ لاہور

تعلیم کی ضرورت ہم اپنی ماہ گزشتہ کی ولائتی چٹھی سے ذیل کی عبارت ترجمہ کرتے ہیں:- ماہ دسمبر میں انگلستان میں بہت سی کانفرنسیں ہوئیں جیسی کہ ہندوستان میں بھی ہوتی ہیں اور انہیں سے بعض سب سے مقدم تعلیم کے متعلق تھیں کل دنیا کا رُخ زیادہ وسیع اور گہری تعلیم کی طرف ہے۔ یہاں یہ سوال اکثر پوچھا جاتا ہے کہ تعلیم کا مُدعا کیا ہے۔ تعلیم کا مقصد یہی نہیں کہ انسان کو روٹی کمانے کے قابل بنائے بلکہ اُسے یہ سکھائے کہ کیونکر زندگی بسر کرنی چاہئے۔ امید ہے کہ ہندوستانی کلیسیا ہمیشہ اپنے سب سے لائق مردوں اور عورتوں کو تعلیمی خدمت میں لگانے کے لئے تیار ہوگی کیونکہ کلیسیا ہی ہمیشہ سے اس بھاری تعلیمی خدمت کو انجام دیتی آئی ہے۔ آجکل انگلستان میں تعلیم کی بڑی بھاری ترقی ہو رہی ہے۔ مزدوری پیشہ لوگوں کے لئے جو مدرسہ سے نکل چکے ہیں بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ لنڈن میں جا بجا ترقی تعلیم کے لئے ایوننگ سکول (شام کیوقت کھلنے والے مدارس) ہیں۔ کیا لاہور جیسے شہروں میں اس قسم کے مدارس کا جاری کرنا ممکن نہیں؟

مسیحی لاہور

دورِ جدید   مارچ ۱۹۲۳ء   جلد ۳ نمبر ۵

نوٹ اور رائیں

روحانی کششِ ثقل مادہ میں ایک قسم کی کشش پائی جاتی ہے۔ جسے سائنس دان کششِ ثقل کہتے ہیں۔ اس کا ایک عام ثبوت یہ ہے کہ ہر شے زمین کی طرف گرتی ہے۔ کسی شے کے اُٹھانے میں ہمیں زور خرچ کرنا پڑتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم زمین کی کشش کے خلاف عمل کرنا چاہتے ہیں۔ جس قدر مادہ کسی چیز میں ہوگا اُسی تناسب سے اُس میں کشش کی طاقت ہوگی۔ اس مادی کشش کا جواب روحانی عالم میں لفظ **محبت** سے ادا کیا جاتا ہے۔ خداوند مسیح نے فرمایا کہ " میں اگر زمین سے اونچے پر چڑھایا جاؤں تو سب کو اپنے پاس کھینچونگا" اُس کا دل محبت سے معمور تھا جس کا بہترین ثبوت اُس کی صلیب میں پایا جاتا ہے جب وہ صلیب پر لٹک رہا تھا اُس صلیب میں ایک زبردست طاقت پیدا ہو گئی جس سے اُس نے دُنیا کو اپنی طرف کھینچ لیا مسیح کی صلیب نہ فقط اُس کی اپنی زندگی کا مرکزی نقطہ تھا بلکہ وہ انسان کو خدا کی طرف لانے میں روحانی مرکز بن گئی۔ یہ خدا کی محبت کا کمال ہے کہ وہ ہماری روحوں کو دور سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ مگر کیا ہماری روحوں میں محبت کی کشش نہیں جس کا اثر ہوا ہے

پڑ سکتا ہے؟ اگر ہم گیند کو ہوا میں اُچھالیں تو اُس کی رفتار اوپر کی طرف آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے اور آخر وہ ایک نقطہ تک پہنچ کر زمین کی طرف گرنے لگتا ہے اور زمین کی کشش اُس کو تھوڑی دیر میں نیچے گرا دیتی ہے۔ یہ زمین کی زبردست کشش کا ثبوت ہے۔ حساب کیا گیا ہے کہ اگر ایک پونڈ وزن کا ایک گولا ہوا میں اُچھالا جائے تو زمین جس کا وزن چودہ ہزار سنکھ پونڈ ہے اُس گیند سے ملنے کو ایک لاکھ سنکھواں حصہ آگے بڑھے گی۔ اگر انسان جو اُس گولے سے بھاری ہے زمین سے اوپر اُچھلے تو زمین اُس کو اپنی طرف کھینچ لاتے ہوتے ہوئے اس سے کچھ زیادہ اُس کی طرف کھینچی جائیگی۔ اور اگر کل بنی آدم کی مجموعی تعداد ایک نقطہ میں جمع ہو سکے اور یہ مجموعہ اوپر کو اُچھلے تو زمین اُس کی طرف مکڑی کے باریک سے باریک جالے کی تار کی موٹائی کا ایک اربواں حصہ کھینچ جائیگی۔ اس حساب کو قیاس میں لانا محال ہے مگر اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر زمین کسی شے کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو وہ خود بھی اُس شے کی کشش سے ضرور متاثر ہوتی ہے اس قاعدے کا اطلاق روحانی عالم پر کرنے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہمارے دل میں خدا کے لئے محبت ہے تو اُس کا اثر ضرور قادرِ مطلق پر پڑتا ہوگا۔ خدا کا شکر [illegible] یہ کوئی قیاسی حساب نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح نے مسرف بیٹے کی تمثیل میں ہمکو فرمایا ہے کہ جب [illegible] کی محبت اپنے بیٹے کو دور دراز ملک سے کھینچ لاتی ہے تو باپ بھی اُس [illegible] دیکھکر دوڑتا ہے اور گلے لگا لیتا ہے۔ خدا کے فضل کی بے بہا دولت [illegible] خیال میں لا سکتا ہے!

قدیم [illegible] شان و شوکت } قریب سوا تین ہزار سال کا عرصہ گزرا کہ ملک مصر میں ایک بادشاہ بنام توتنخ آمن حکمران تھا [illegible] کے زمانے کے علم و ہنر اور تہذیب کا کوئی نشان روئے زمین پر باقی نہ رہا تھا [illegible] ان مصر کی مصلح بھری لا غیس وادی نیل کے مقام پر لگسر کے متصل مٹی کے انبار وں کے نیچے مدفون ہیں۔ ان کا پتہ نکالنے کے لئے مصری حالات کے

محقق مدتوں سے خاک چھان رہے ہیں۔ اسی مقام کو کھودتے کھودتے لارڈ کارنارون اور مسٹر کارٹر نے شاہ توتنخ آمن کی قبر کا پتہ نکالا ہے جس مکان میں اس بادشاہ کی لاش مصری دستور کے مطابق مصالحوں سے بھری ہوئی بند پڑی ہے اُس میں عجیب و غریب سامان رکھے ہیں۔ اول تو شاہ مذکور کا ایک بت قبر کے اندرونی کمرے کے دروازے پر بطور محافظ کھڑا ہے اس کے بعد ایک سربمہر کوٹھڑی کو کھولنے سے ایک بڑا بھاری چوبی تابوت نظر آیا جس پر نہایت شاندار مذہبی آیات اور موت کے دہشت انگیز نشانات منقش ہیں۔ داخل ہوتے ہی ڈیوڑھی میں ایک بڑا بھاری پلنگ رکھا ہے جس کے پائے شیر ببر کی صورت پر بنائے گئے ہیں اور اس کے چاروں طرف کئی ایک زرنگار صندوق ہیں جن پر نہایت اعلےٰ درجے کی گلکاری کی گئی ہے۔ بعض اشیاء آبنوس کی لکڑی کی ساخت ہیں جن میں ہاتھی دانت کا جڑاؤ کام کیا ہوا ہے۔ صندوقوں میں شاہی پوشاکیں اور دیگر آرائش کا سامان ہے۔ اکثر چیزوں پر سونے کا ملمع ہے اور بعض خالص سونے کی بنی ہوئی اور نہایت قیمتی جواہرات سے مرصع ہیں۔ یہ تمام سامان اس قدر بیش بہا ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگانا محال ہے۔ قریب تیس بیضوی شکل کے ڈبّوں میں مختلف اقسام کے گوشت کے ٹکڑے مصالح لگا کر سکھائے ہوئے رکھے ہیں دنیا کے نامی اخبارات میں اس قدیم مدفن کے خزائن کے مفصل حالات دیئے گئے ہیں اور ہر ایک شے کی تصویر کھینچی جا رہی ہے۔ بعض اشیاء بھُربھُری اور نازک حالت میں ہیں اور اُن کو کیمیائی مصالحوں سے پکا کر کے محفوظ رکھنے کے نکالا جا رہا ہے۔ جو کچھ اب تک دریافت ہو چکا ہے اُس نے ساری دنیا کو دنگ کر رکھا ہے مگر بیان کیا جاتا ہے کہ اب تک اس قدر سامان باقی ہے کہ جس کی ایک جھلک دنیا کو محو حیرت کر دیگی۔ فی الحال اندرونی کمرے کا کھولنا ایک سال کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں اس میں کیا کیا عجیب سامان نکلیگا۔ اول خیال جو اس قدیم بادشاہ کی لاش کے دریافت ہونے پر پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ انسان خواہ کتنا بڑا بادشاہ ہو آخر

فانی ہے۔ بقا صرف خدا کی ذات کو ہے جس کے آگے ہزار برس ایک دن کے برابر ہیں۔ انسان کی تمام شان وشوکت گزشتنی اور گزاشتنی ہے۔ غور کا مقام ہے کہ اتنا بڑا بادشاہ ایک وادی کے کونے میں زیر خاک سویا ہوا ہو جس کا عروج اس زمانے میں تھا جب موسیٰ کو شریعت کی دو تختیاں کوہ سینا پر ملی تھیں اور بعد ازاں مختلف اقوام کے ہمی فاتح نیل کی وادی میں اُس کی قبر پر سے گزر گئے فارسی یونانی رومی عربی اور عثمانی سلطنتیں اٹھیں اور گر گئیں۔ سکندر اعظم اور قیصر اور نپولین اس رستے سے گزر رہے مگر کسی کو شاہ توتنخ آمن کی ہستی کا خواب و خیال بھی نہ تھا۔ پھر یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ زمانہ حال کے بادشاہوں کو اپنی موجودہ تہذیب اور جاہ وجلال پر ناز ہے مگر آج مصر کے زیر زمین مقبرے نے ثابت کر دیا ہے کہ باوجود علم وہنر کی ترقی کے اُن کا شاہی سامان اس مدفون بادشاہ کے شاندار اور قیمتی سامان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کمرہ کے اندر دیواروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدفون مقبرہ چوروں اور قزاقوں کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ پھر بھی کوئی سامان باقی رہ گیا ہے جس کے مشاہدے سے ثابت ہوتا ہے کہ جس زمانے میں انگلستان کے باشندے چمڑے کا لباس پہنے ہوئے اپنے زمینی دوز جھونپڑوں میں بود و باش کرتے تھے اور ممالک یورپ پر گھٹا ٹوپ تاریکی چھا رہی تھی اُس وقت بحیرہ شام کے کنارے کے ممالک خصوصاً مصر کے لوگ شائستگی اور شان وشوکت کے معراج پر پہنچے ہوئے تھے۔ سامان کے متعلق ایک خاص بات قابل لحاظ ہے۔ بعض اشیاء تو شاہی عظمت اور آسائش کے لوازمات ہیں مگر زیادہ تر ایسی چیزیں لاش کے ساتھ دفن کی گئی ہیں جو مصری اعتقاد کے بموجب آئندہ جہان میں کارآمد ہوں گی۔ مثلاً دریائے موت کے عبور کرنے کے لئے سات چپو رکھے گئے ہیں اور شکار کے ہتھیار اور دیگر سامان اور رتھ اور خوراک وغیرہ اپنے مدد کا" یعنے ہمزاد کے عیش وآسائش کے لئے رکھ دی گئی ہیں۔ اس امر میں قدیم مصری قبریں ہمارے شاہان ہند کے مزاروں سے بڑا بھاری فرق رکھتی ہیں۔ شاہان مغلیہ کے بڑے بڑے مزار اور

مقبرے مختلف مقامات پر موجود ہیں مگر ان کا مدعا یہی معلوم ہوتا ہے کہ متوفیوں کی یادگار صفحۂ زمین سے معدوم نہ ہو جائے۔ مگر شاہانِ مصر آیندہ جہان کی زندگی کے لئے ضروری اشیاء اپنے ساتھ دفن کرواتے تھے۔

شمالی ہند میں امریکن پریسبیٹیرین مشن

اس مشن کی سالانہ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۸۳۴ء میں قائم ہوا تھا۔ قریب نوے سال تک قایم رہکر ترقی کرتے چلے جانا اس امر کا ثبوت ہے کہ خدا کا روح اس میں کام کر رہا ہے۔ انجیل کی منادی کا کام بھی ہوتا ہے مگر اس مشن کا حلقہ خدمت زیادہ تر بذریعہ تعلیم ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق ۱۶۷ سنڈے سکول اور ۹۹ دیگر مدارس ہیں۔ دو کالج ۱۰ ایک حرفتی مدرسہ اور ایک علم الہیات کا سکول ہے۔ جو سب کے سب کم و بیش شاداب حالت میں ہیں۔ دو ہسپتال اور پانچ ڈسپنسریاں ہیں جن میں سات میڈیکل مشنری کام کر رہے ہیں۔ مشنریوں کی تعداد ننانوے ہے اور باقی ہندوستانی "مددگاروں" کی تعداد ۱۲۱۵ ہے۔ شاید یہ دریافت کرنا بیجا نہ ہوگا کہ لفظ "مددگار" کا مفہوم کیا ہے۔ بعض لوگوں کے خیال میں غیر ممالک کے مشنریوں کو ہندوستانی کارندوں کا مددگار سمجھنا چاہئے کیونکہ سوائے روپے پیسے کی تھیلی کے بشارت اور تعلیم کا کام زیادہ تر ہندوستانی مسیحیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس مشن کے شرکا کی تعداد ۳۰۷۴۳ ہے جن میں سے ۱۴۱۸۶ اشخاص عشائے ربانی میں شریک ہوتے ہیں۔ مشن کا کام سولہ مقامات میں کیا جا رہا ہے اور آٹھ کلیسیائیں سیلف سپورٹنگ ہیں۔ مشن کا یہ پہلو نہایت ہمت افزا ہے اور آئندہ زیادہ توجہ کا محتاج ہے۔ قریب تین ہزار اشخاص سال گزشتہ میں بذریعہ بپتسمہ کے مسیحی جماعت میں شامل کئے گئے ہیں۔ ہندوستان میں تمام ذرائع سے آمدنی کی مجموعی رقم چار لاکھ روپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اس وقت ہندوستانی کلیسیا کی خاص ضرورت ایسے استادوں اور منادوں کی ہے جو دیہاتی کلیسیاؤں میں کام کریں اور ادنیٰ اقوام کے مسیحیوں اور ان کے بچوں کو انجیل کی تعلیم دیکر ان کے

ایمان کو استوار کریں۔ اس مقصد کے لئے موگا میں بزیر اہتمام پادری میکی صاحب ایک سکول جاری ہے جس میں دیہاتی ضروریات کو مدنظر رکھکر معلم اور استاد تیار کئے جاتے ہیں۔ ایک ماہوار رسالے اور مشنریوں اور انسپکٹروں کی نگرانی اور مقامی مجالس کے ذریعے یہ تعلیم کا سلسلہ قائم رکھا جاتا ہے۔ اور مشنوں کو بھی اس سکول کے نمونے پر مدارس قائم کرنے چاہئیں۔ نئے قواعد کے مطابق بعض پرانے مشنری صاحبان کو چالیس سال کی خدمت کے بعد سبکدوش ہونا پڑا ہے۔ ان میں سے پادری ویری صاحب اور مسز ویری اور پادری ایوئنگ صاحب اور مسز ایوئنگ اور مس ٹریٹ کو اپنے حلقہ خدمت سے چلے جانے سے مسیحی کلیسیا کو رنج ہوگا۔ ایک اور کام جو اس مشن میں ایک چھوٹے پیمانے پر شروع کیا گیا ہے ہوم مشن کا کام ہے جو لوکھا چرچ اور رلودیانہ پریسبیٹری کے متعلق چند دیہات میں کیا جا رہا ہے۔ یہ ایسی خدمت کا آغاز ہے جس سے ہندوستانی کلیسیا بشارتی کام اپنے ذمے لیکر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائیگی۔

میڈیکل مشن کشمیر کی سالانہ رپورٹ

اس مشن کی نئی رپورٹ سال ماقبل کی رپورٹ سے ایک بات میں فرق رکھتی ہے۔ جبکہ ۱۹۲۱ء کے کارناموں میں مسیحی خدمت کے پہلو کو سراسر نظرانداز کر دیا گیا تھا۔ سال گذشتہ کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مشن میں کچھ نہ کچھ مذہبی خدمت بھی کی جاتی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اندرونی اور بیرونی مریضوں کو انجیل سنائی جاتی ہے۔ اور انجیل کے صحائف خوشی سے خریدے جاتے ہیں۔ چنانچہ سال گذشتہ میں تین ہزار ایک سو صحایف فروخت ہوئے۔ گو خریداروں کا زیادہ حصہ ان پڑھ لوگ تھے مگر امید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے گاؤں کے ملّا یا کسی منشی سے کتاب پڑھوا لیا کرینگے۔ روحانی خدمت کے نتائج کی بابت صفائی سے کہدیا گیا ہے کہ کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ اکتوبر کے وسط میں ڈاکٹر ارنسٹ نیو صاحب رخصت سے واپس تشریف لائے

اور ڈاکٹر نائٹ صاحب کو سبکدوش کیا جو کہ یکے میں اپنے کام پر واپس چلے گئے ہیں۔ طبی پہلو سے ایک بات خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ کشمیر میں مرض تپ دق ترقی پر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نیو صاحب فرماتے ہیں کہ پینتیس سال عرصہ گزرا کہ سِل کا کوئی مریض شاذ و نادر ہی نظر آتا تھا۔ میں جتنے مریض اس بیماری کے دو سال میں دیکھا کرتا تھا اب اکثر اوقات ایک دن میں دیکھے جاتے ہیں۔ جذامی خانہ میں نئے علاج کا تجربہ کیا جا رہا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ کئی ایک مریضوں کو افاقہ ہوا ہے۔ فہرست عملہ طبی سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے دو ہندوستانی مسیحی ڈاکٹروں کے جو مقیم میڈیکل افسر ہیں باقی تمام ہندوستانی مددگار کاشمیری پنڈت ہیں۔ جہاں تک ہمیں علم ہے یہ دونوں ڈاکٹر بھی اس مشن کو چھوڑ گئے ہیں۔ کیا کوئی خاص وجہ ہے کہ کشمیر جنت نظیر کے میڈیکل مشن میں ہندوستانی مسیحی نہیں ٹکتے؟

ہم گرجے کیوں جاتے ہیں؟

ہمعصر کرسچن سٹیٹسمین نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے ناظرین سے بذریعہ چند سوالات کے دریافت کرے کہ "ہم گرجے کیوں نہیں جاتے"؟ مگر کسی دوست نے یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس سوال کے یہ پوچھنا چاہئے کہ "ہم گرجے جاتے ہی کیوں ہیں؟" اُس کے لئے یہ باعث تعجب نہیں کہ لوگ گرجے کیوں نہیں جاتے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کونسی کشش ہے جو ہندوستانی مسیحیوں کو گرجے میں لے آتی ہے اس لئے ہمعصر مذکور نے مندرجہ ذیل چار سوال تمام گرجے جانیوالوں سے پوچھے ہیں جن کا جواب دو ہفتوں تک اُس کے پاس پہنچ جانا چاہئے (۱) جو لوگ گرجے جانے کے عادی ہیں اُن کے خاص روحانی تجربے کیا ہوتے ہیں؟ (۲) کیا بعض لوگ محض ایک سوشل عادت یا رواج کے طور پر گرجے جاتے ہیں؟ اگر یہ سچ ہو تو غالباً کس قدر فیصدی لوگ ایسے ہونگے؟ (۳) فرض کرو کہ کسی خاص وجہ سے مثلاً کسی قانونی فرمان کے باعث ہمارے گرجے چھ ماہ تک بند کئے جائیں تو کیا ہماری زندگیوں میں کسی حقیقی روحانی خوبی کی کمی واقع ہو جائیگی؟ (۴) ہم کیا

رہنے جانیوالوں کے دل میں ہندوستان کی رسمی عادات کے مطابق کسی متبرک مقام کی عزت یا خدا کا درشن کرنے یا کسی گرو سے روحانی ہدایت پانے کا خیال موجود ہوتا ہے؟ اگر ہے تو کس حد تک؟

برہما کونسل میں ایک ہندوستانی مسیحی

ہمیں کرسچن پٹریٹ میں یہ خبر پڑھکر خوشی حاصل ہوئی ہے کہ مسٹر اے۔ ڈی۔ جوزف برہما کے مسیحی اور غیر مسیحی باشندوں کی طرف سے کونسل میں نیابت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی آبادی کی طرف سے بلا لحاظ مذہب اور ملت ایک ہندوستانی مسیحی کا چُنا جانا نہایت عزت کی بات ہے۔ جس کے لئے ہم مسٹر جوزف کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اگر فرقہ وار نیابت کے خلاف کسی ثبوت کی ضرورت ہو تو یہی ایک مثال کافی ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اگر ہم غیر مسیحیوں کے درمیان اپنے مسیحی اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے رفاہ عام کاموں میں حصہ لیں اور اُن کے ساتھ میل جول اور ہمدردی کا رشتہ قائم رکھیں تو وہ ہم کو اپنی نیابت کے لئے نہ چُن لیں۔ اپنے ہموطنوں سے علیحدگی اختیار کرنے سے ہماری جماعت یا ہمارے ملک کو کوئی حقیقی فایدہ پہنچ نہیں سکتا۔

بائیبل چرچمینز مشنری سوسائٹی

جب سے بائیبل کے متعلق نکتہ چینی کا بازار گرم ہوا ہے چرچ مشنری سوسائٹی کے کلی ایک خادمان دین کا میلان اُس طرف کو ہو گیا ہے مگر سب چرچمین اُنکے ساتھ متفق نہیں ہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر ستی ۔ آیم ۔ آیس کے دو فریق ہو گئے ہیں یعنے قدامت پسند جو مختلف تواریخی کتب کو الہامی اور راست سمجھتے ہیں۔ اور جدت پسند جو الہام کی نسبت زمانہ حال کی نکتہ چینی کے نتایج کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ شائد یہ فرقہ جلد ظہور میں نہ آتا اگر سی۔ ایم۔ ایس کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔ جب جدت پسندوں نے تواریخی واقعات کو محض اِدھر اُدھر کی روایات اور فرضی کہانیاں سمجھا تو عوام نے اپنے چندے بند کر دیئے۔ اس مالی امداد کو قائم رکھنے کیلئے قدامت پسند فرقے کو برملا اپنے ایمان کا اظہار کرنا پڑا۔ یعنے یہ کہ بائیبل الہامی

حالات امریکہ

نمبر ۱

ہمارے ناظرین [illegible] ڈیچیر کے نام نامی سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے کچھ ضرورت نہیں کہ ان کا تعارف از سر نو کرایا جاوے۔ باوجود عدم فرصتی کے آپ نے ہماری درخواست پر مسیحی کے لئے مضامین لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ آپ مسیحی کی خدمت کو قومی خدمت سمجھتے ہیں مندرجہ ذیل مضمون اس سلسلے کی اول کڑی ہے۔ آئندہ مضامین میں آپ امریکہ کے مذہبی اخلاقی اور دیگر حالات کا ذکر کرینگے۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین بڑے شوق اور دلچسپی سے اس سلسلہ کا مطالعہ کرینگے اور حظ اٹھائینگے

ایڈیٹر

کوئی چارسو سال گزرے کولمبس نے امریکہ کا براعظم دریافت کیا وہ زمانہ یورپ میں قومی اور ملکی بیداری کا تھا۔ چہار سُو اس کا چرچا پھیلا اور ہر سمت اور گوشے سے یورپ کی جوانمرد اقوام نے امریکہ کا رُخ لیا تاکہ اِس کے بیش بہا خزائن میں حصہ پاویں۔ جب وہ یہاں پہنچے تو ہر طرف جنگل بیابان تھا۔ کہیں کہیں بعض اصلی باشندے آباد تھے۔ لیکن بہت کم اور عنقریب جنگلی حالت میں۔ آج اسی ملک میں قدم رکھئے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ براعظم جو چند سو سال پیشتر ایک ویرانہ تھا آج باغ ارم کی تصویر بنا ہوا ہے۔ جا بجا شہر اور قصبے آباد ہیں۔ نہریں اور ریلیں جاری ہیں۔ اور مشرق سے مغرب تک ہر قسم کے غلے اور اناج کی پیداوار اس کثرت سے ہے کہ یورپ والے دعائیں دیتے ہیں۔ اس ملک کے مکمل حالات بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ اسلئے سردست ہم یہاں کے بعض حالات درج کرتے ہیں

امریکہ کی ترقی اور مالی حالت

ترقی اور دولت کے لحاظ سے اس وقت دنیا میں کوئی ملک امریکہ کا ہمپایہ

نہیں۔ اور اس کا شائد ایک سبب یہ ہے کہ امریکہ گویا تمام یورپ کی مختلف اقوام کا عرق ہے۔ دُنیا کی ہر ایک قوم اپنی اپنی خاص صفات کا دم بھرتی ہے اور ہر ایک ملک میں بعض خداداد ہنر موجود ہوتے ہیں۔ یہاں پر ہر قوم کے باشندے آکر خلط ملط ہوگئے۔ چنانچہ اُن کی اولاد میں جو اصلی امریکن کہلانے لگے تمام اقوام کے خواص جوش زن رہے اور اُن میں وہ وہ ہنر پیدا کر دیئے جو کسی خاص ایک قوم کا حصہ نہیں ہوسکتے پھر یہ امر بھی مسلّم ہے کہ جس قوم میں اللہ اقبال دیتا ہے اسمیں ترقی کے سامان بھی خود بخود فراہم ہوجاتے ہیں۔ اس ملک میں بچّے بوڑھے امیر غریب سب کی زبان پر لفظ ترقّی موجود ہے۔ شب و روز وہ اس جدو جہد میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نوع ہر بات اور ہر صیغے میں ترقّی حاصل کریں اور آگے بڑھیں۔ اُن کی اس جستجو کا اثر ہر طرف مشاہدہ ہوتا ہے۔ ان کی مالی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ فی زمانہ دنیا کی کُل اقوام امریکہ کی قرض دار ہیں۔ دنیا کے سونے اور جواہرات کے کل ذخیرے کا نصف اس ملک میں موجود ہے ہر طرف کلیں کارخانے اور مشینیں جاری ہیں۔ ایک ایک کارخانے میں ہزاروں مرد عورتیں ملازم۔ مثلاً ایک کارخانہ فورڈ موٹر کار کا لیجئے اس میں پچاس ہزار کام کرنے والے ہیں۔ اس قسم کی صدہا انڈسٹریاں موجود ہیں۔ نیویارک۔ شکاگو فلاڈلفیا وغیرہ ایسے شہر ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ ان میں سے اول الذکر اب تمام دنیا میں سب سے بڑا اور دولتمند شہر تسلیم ہوچکا ہے۔ اس کی گلیوں اور بازاروں میں موٹریں اس کثرت سے دوڑتی پھرتی ہیں جیسے مکھیاں ہندوستان کے بازاروں میں۔ زمیں دوز ریلیں اور بالائی ریلیں یعنی وہ ریلیں جو سطح زمین سے کئی فٹ کی بلندی پر چلتی ہیں۔ ہر دو دو منٹ روانہ ہوتی ہیں اور پھر بھی مسافروں کی وہ بھرمار کہ کھڑے ہونے کو جگہ مشکل۔ شہر کی گلیاں بازار ایسے فراخ اور وسیع ہیں جیسے ہمارے ملک کے پارک۔ لیکن پھر بھی تاریک۔ دونوں جانب بیس بیس تیس تیس منزلہ مکانات کھڑے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں جن میں

بہت بڑے دفتر اور کارخانے ہیں۔ ایک ایک مکان میں صدہا ملازم اور ہزارہا لکھو کھہا ڈالروں کی تجارت ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں عموماً تعلیم یافتہ نوجوان سرکاری ملازمت کے لئے جان دیتے ہیں۔ یہاں حالانکہ بڑے بڑے سرکاری محکمہ جات ہیں پھر بھی لوگ عموماً سرکاری نوکری کی پرواہ بھی نہیں کرتے بسکول کالج سے نکلتے ہی حسب لیاقت بیسیوں قسم کی نوکریاں گھر بیٹھے مل جاتی ہیں معمولی سے معمولی کلارک سوسو دو دوسو روپیہ ماہوار کماتے ہیں اور آرام و چین کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور امیروں اور بڑے بڑے تجاروں کی آمدنیوں کا تو کیا ذکر ہزار دو ہزار ڈالر ماہوار فقط مکان کا کرایہ دینا کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے ان کی آمدنیوں کا تخمینہ خود کر لیجئے۔ غریب کہیں ڈھونڈھے سے نہیں ملتے

تعلیمی نظام اور وطن پرستی

تعلیم کی یہ کیفیت ہے کہ گلی گلی ہائی اسکول اور کالج موجود ہیں۔ یہ تمام سرکار کے زیر اہتمام ہیں۔ پہلی جماعت سے ہیکر ہائی سکول بلکہ کالج تک تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ پھر تعلیم کا سلسلہ بھی کمال کو پہنچ گیا ہے۔ سکولوں میں ہر قسم کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے۔ سولہ برس سے نیچے تمام لڑکے لڑکیوں کے لئے تعلیم بالجبر کا حکم ہے کتابیں مفت۔ اگر بچوں میں کوئی جسمانی نقائص یا کمزوریاں موجود ہوں تو ان کی درمان خوراک رہائش مفت۔ اگر والدین غریب ہوں اور کھانا کپڑا اچھا مہیا کرنے کے ناقابل ہوں تو اس کے لئے بھی سرکاری امداد۔ غرض یہ کہ یہاں بچے بچے کے ہاتھ میں اخبار۔ غریب۔ امیر پڑھنے کے دلدادہ۔ ہزاروں قسم کے اخبارات میگزینیں اور کتب چپے چپے پر فروخت ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں خریدے جاتے ہیں۔ استاد شروع ہی سے دیکھ لیتے ہیں کہ کس بچہ میں کیا لیاقت اور کیا شوق موجود ہے۔ بچہ کو اسی کا شوق دلایا جاتا ہے اور چونکہ وہ قدرتاً اسکی طرف مائل ہے۔ اس کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتا اور اپنی حسب لیاقت اسمیں کمال پیدا کر لیتا ہے +

اعلےٰ تعلیم کے لحاظ سے بھی امریکہ کا پہلا نمبر ہے۔ تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں یونیورسٹیاں اور دارالعلوم موجود ہیں۔ ہر ایک یونیورسٹی میں ہر قسم کی تعلیم کے سامان مہیا ہیں۔ امریکہ دنیا کی نصف یونیورسٹیوں کا گھر ہے۔ ان میں بڑے بڑے عالم پروفیسر مقرر ہیں۔ میں نے بہت طریق سے آزمایا اور اس نتیجے کو پہنچا کہ حقیقتاً عموماً ہمارے بی۔ اے۔ ایم۔ اے پاس شدگان کی ہوتی ہے وہ یہاں پرائمری سکول کے پاس شدہ جوانوں کی لیاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مجھے یہ مقابلہ مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔ تو کیا یہ قصور ہمارا ہے؟ نہیں۔ ہماری تعلیم کا سلسلہ جو ہند میں قائم ہے ایسا بیکار ہے کہ ہمیں کسی لائق ہی نہیں بناتا۔ یہاں جب کوئی نوجوان کالج سے نکلتا ہے وہ نہ فقط اپنے خاص علم میں ماہر ہوتا ہے بلکہ اس کی معلومات کا حلقہ اسقدر وسیع ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے کل امورات کو بخوبی سمجھ کر اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ جب طالب علم داخل کالج ہوا تو اُس نے اپنے حسب منشاء مضامین انتخاب کئے۔ جب لکچر کا وقت آیا پروفیسر صاحب نے ایک یا دو گھنٹہ تقریر کی اور طالبعلموں نے حتے المقدور اس کے نوٹ لکھ لئے جب لکچر ختم ہوا تو ایک فہرست دس پندرہ کتب کی تقسیم ہوئی اور طلباء کو ہدایت ہوئی کہ ان میں سے چار چھ کا مطالعہ ضرور کریں۔ کوئی خاص ایک ٹیکسٹ بک مقرر نہیں ہوتی۔ طلباء اس طرح ایک ہی مضمون کے متعلق کئی کئی کتب کا مطالعہ کرجاتے ہیں۔ اس سے نہ تو اُن پر بار ہوتا ہے اور نہ ہی وہ جی چُراتے ہیں بلکہ اُن کا شوق بڑھتا اور اُن کے معلومات زیادہ ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہم ہندوستان میں بی۔ اے۔ ایم۔ اے پاس کرنا گویا جان پر کھیلنا ہے اور پھر بھی ہم پہ "پڑھے فارسی بیچے تیل" والی مثل درست آتی ہے۔ یہاں نہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی جوان ہنستے کھیلتے بڑے بڑے امتحانات پاس کریں۔ لکھ پڑھ کر قابلیت استعداد پیدا کرلیں اور جس طرح جی چاہے روزی کما لیں۔ ہاں یونیورسٹیوں اور کالجوں کی تعلیم مفت نہیں۔ امیروں کے بچے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں پھر بھی

یہ حالت کہ ان میں طلباء کی بھرمار ہوتی ہے۔ ایک کولمبیا یونیورسٹی ہی میں قریب بیس ہزار طلباء موجود ہیں۔ اور باقیوں کا تو کیا حساب۔ الغرض امریکہ کی روز افزوں ترقی کا بھید وہ چار باتوں میں چھپا ہوا ہے۔

اول بچے بچے میں حب الوطنی اور آزادی کی روح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ جو کچھ کھاتے کماتے یا کرتے ہیں فقط اس امید اور مدعا سے کہ ان کے ملک کو فضیلت حاصل ہو۔ سب سے پہلے اپنے ہموطنوں کی قدر اور امداد کرتے ہیں۔ ہر سال یورپ اور دیگر ممالک سے سینکڑوں طلباء اور نوکری پیشہ مرد عورتیں چلے آتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ ہر جگہ امریکن کا حق مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور بیسیوں اجنبی ناامید ہو کر وطن کی راہ پکڑتے ہیں۔ یہی روح ہمارے ملک میں ہونی چاہیئے۔ دیسی اپنے دیسی بھائی پر کسی اور کو ترجیح نہ دے تاکہ اپنے ملک کے نوجوانوں کی ہمت بڑھے اور ہر قسم کے علم اور ہنر ترقی کریں۔

دوسرا بھید ان کی ترقی کا یہ ہے کہ وہ کسی ایک حالت میں متواتر قایم رہنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنی لیاقت اور ہنر کو کمال تک پہنچائیں چنانچہ یہ لوگ اپنا مطالعہ قائم رکھتے اور بہر نوع اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کوئی نئی تجویز کوئی نئی راہ تجویز کریں جس کی بدولت کامیابی کا سہرا ان کے سر بندھے۔ ہمارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ جہاں کسی نوجوان نے بی۔ اے پاس کیا کتابیں کباڑی کے حوالے اور مطالعہ بالائے طاق۔ معلومات میں ترقی تو درکنار کچھ دنوں میں ہسٹری فلاسفی سب برابر ہو گئی اور بابو صاحب رہ گئے سو پچاس روپیہ ماہوار کے کلارک یا ماسٹر۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ ہماری بدبختی کی علت العلل اور سبب فقط ہماری جہالت اور بے فکری اور ناواقفیت علوم ہے۔ اگر بفضل خدا آج ملک میں دس فیصدی ذی ہوش نوجوان بھی پیدا ہو گئے جن میں سچی بیداری اور وطن پرستی کی روح ہو تو ہندوستان کی کایا پلٹ جائیگی۔

الاحقر۔ زہیر۔ کولمبیا یونیورسٹی۔ نیویارک

ایسٹر

مسیحی تیوہاروں میں سے ایسٹر کا تیوہار سب سے قدیم اور سب سے افضل ہے رسولی زمانے ہی میں یہ تیوہار مانا جاتا تھا۔ البتہ اس کے ماننے کی تاریخ اور طریقے میں فرق تھا۔ ایشیائے کوچک کی کلیسیا میں یہودی طریقے کے مطابق عید فسح ۱۴ ماہ نیسان کو مناتی تھیں اور اس سے تیسرے روز ایسٹر یعنی عید قیامت۔ بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ دن اتوار ہے یا پیر یا کوئی دیگر روز لیکن روم کی کلیسیا۔ قیصریہ اور یروشلم کی کلیسیائیں جمعہ کو عید فسح اور اتوار کے روز ایسٹر مناتی تھیں خواہ ماہ نیسان کی کوئی ہی تاریخ کیوں نہ ہو۔ کچھ عرصے تک تو یہی حال رہا کہ کلیسیاؤں نے اس کی پرواہ نہ کی کہ کون کس تاریخ اور طریقے پر ایسٹر مناتا ہے۔ البتہ دوسری صدی میں یہ مباحثہ زیادہ زور پکڑ گیا۔ اور روم کے پوپ اینیسی ٹس نے یہ کوشش کی کہ ہر جگہ رومی طریقے اور تاریخ پر یہ تیوہار منایا جائے چنانچہ اس امر کے تصفیہ کے لئے مقدس پولیکارپ سمرنا کا بشپ روم کو گیا تاکہ پوپ کے سامنے اپنے طریقے کی صداقت ظاہر کرے۔ اس مقدس نے یہ فرمایا کہ مقدس یوحنا عرصہ دراز تک افسس میں رہے اور ایشیائے کوچک کی کلیسیاؤں نے ان کے مقرر کردہ طریقے پر عمل کیا۔ مقدس یوحنا کو انہوں نے اسی طریق پر ایسٹر مناتے دیکھا۔ اور یہی طریق وہاں کی کلیسیاؤں نے اختیار کیا اس لئے پوپ سے درخواست کی کہ وہ کلیسیائیں رومی دستور ماننے پر مجبور نہ کی جائیں۔ چنانچہ پوپ اینیسی ٹس نے اس دلیل کو مان لیا اور ایشیائی کلیسیاؤں کو ان کے طریق پر چلنے دیا۔ باوجود اس اختلاف کے بھی ان کلیسیاؤں نے رفاقت قائم رکھی بلکہ مقدس پولیکارپ کو روم میں اسی جگہ عشائے ربانی دینے کی اجازت دی۔ اور کچھ عرصہ کے لئے یہ تنازعہ بند رہا۔ لیکن پھر پوپ وکٹر نے اس مباحثے کو نئے سرے سے اٹھایا اور ساری کلیسیاؤں کو رومی طریق پر چلنے کے لئے ہدایت کی۔ چنانچہ ایشیائی بشپ پولی کریٹس نے روم کی کلیسیا کو ایک

خط لکھا جس میں اس نے اُن مقدسوں کی ایک طویل فہرست درج کی جو یوحنا رسول کے طریق پر ۱۴ ماہ نیسان کو ایسٹر مناتے تھے بلا لحاظ اتوار کے مثلاً انہوں نے فرمایا کہ فلپس رسول جو ہائراپولیس میں مدفون ہیں اور اس کی دو کنواری لڑکیاں یوحنا رسول جو اپنے خداوند کے سینے پر جھکا ہوا تھا وہ افسس میں مدفون ہے ویسے ہی پولیکارپ سمرنا کا بشپ اور شہید وغیرہ وغیرہ یہ سب مقدس انجیل کے مطابق ۱۴ ماہ نیسان کو عید فسح مناتے تھے اور سرمو اس سے تجاوز نہ کرتے تھے میں خود اب ۶۵ سال کا ہوں اور اسی طریق پر عمل کرتا ہوں۔ میں نے یہی سیکھا ہے کہ انسان کی نسبت خدا سے ڈرنا چاہئے۔ اس پُر زور خط کا افسوسناک نتیجہ ہوا۔ پوپ وکٹر نے ایشیا کوچک کی ساری کلیساؤں کو خارج کر دیا لیکن سب بشپوں کا اس فتوے کے ساتھ اتفاق نہ تھا۔ چنانچہ ارینوس نے بھی جو گال کا بشپ تھا اور رومی دستور کے مطابق ایسٹر مانا کرتا تھا پوپ وکٹر کو اس فتویٰ پر ملامت کی۔ آخر قسطنطین اعظم کو یہ اختلاف پسند نہ آیا اور ایشیائی کلیساؤں کو مجبور کرنا چاہا کہ وہ رومی طریق کو مان لیں۔ او نقایا کے مجمع میں ۳۲۵ء میں رومی دستور کی تائید ہوئی اور جو اس دستور کو نہ مانتے تھے اُن کو خارج کر دیا انگلستان میں بھی ساتویں صدی تک ایشیائے کوچک کی کلیساؤں کے مطابق مانا جاتا تھا۔ لیکن ساتویں صدی سے انہوں نے رومی طریق کو مان لیا۔

اس اختلاف کی تہ میں وہی عداوت تھی جس کی وجہ سے سنیچر کی بجائے اتوار سبت مانا گیا۔ یہودی مسیحی سنیچر کو ہی سبت مانتے تھے۔ اور اتوار کو مسیح کے جی اُٹھنے کی یادگار میں خوشی کا دن مانتے تھے۔ لیکن جو مسیحی غیر اقوام سے تھے وہ یہودی مسیحیوں کے خلاف سنیچر کی بجائے اتوار کو سبت ماننے لگے اور اسی طرح ایسٹر کے ماننے میں تاریخ پر زور دینے کی بجائے جو یہودی طریق کے مطابق تھا اتوار کے دن پر زور دینے لگے اور بتدریج قسطنطین اعظم کی تاثیر سے جو اتوار پر فریفتہ تھا یہی دستور قائم ہو گیا جو آجکل مروج ہے۔

جو لوگ ایسٹر کو یہودی تاریخ کے مطابق مانتے تھے وہ روزہ بھی اُسی دن رکھتے تھے۔ لیکن جو اتوار کو ایسٹر مناتے تھے وہ روزہ نہ رکھتے تھے۔ اور ایسٹر کے ایام میں کھڑے ہو کر دعا کرتے تھے جو اس امر کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ ایسٹر سے لیکر پنتیکوست کے دن تک ایک ہی موسم یا تیوہار مانا جاتا تھا۔ اور انہی ایام میں عموماً امیدواروں کے بپتسمے ہوا کرتے تھے اور سفید لباس پہنا جاتا تھا +

جے۔ علی بخش

خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دو

ذکر ہے کہ مصر کے بیابان میں ایک عمر رسیدہ گوشہ نشین زاہد رہا کرتا تھا کسی طرح یہ خیال اُسکے دل میں پیدا ہو گیا کہ اگر میرے غار کے پاس زیتون کا درخت ہو تو مجھے فائدہ ہوگا۔ یہ سوچکر اُس نے ایک چھوٹا سا پیڑ لگایا۔ اب اسکے لئے پانی کی ضرورت پڑی سو اُسنے بارش کیلئے خدا سے دعا مانگی اور مینہ برسا اور اُس زیتون کے پودے کو سیراب کیا پھر زاہد نے سوچا کہ اب اُس پیڑ کی ننھی کونپلوں کیلئے دھوپ درکار ہے سو اُسنے دعا کی اور سورج چمکنے لگا۔ پودا کچھ کمزور سا دکھائی دیتا تھا سو اس بڈھے نے خیال کیا کہ اگر تھوڑا پالا پڑ جائے تو وہ تازہ اور شاداب ہو جائیگا اُسنے دعا مانگی اور رات کو خوب پالا پڑا جس سے تمام چیزیں سفید ہو گئیں۔ اب زاہد نے دل میں سوچا کہ اگر گرم دکھنی ہوا چلے تو درخت کو بہت فایدہ ہوگا سو اُسنے دعا مانگی اور گرم ہوا آئی جس سے وہ پیڑ جُھلس گیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ زاہد اپنے کسی اور گوشہ نشین دوست کے ہاں گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ اُسکے غار کے پاس ایک زیتون کا درخت نہایت شاداب حالت میں ہے حیرت زدہ ہو کر اُس نے دریافت کیا کہ "بھائی صاحب! اس خوشنما درخت کی ایسی اچھی حالت کا کیا راز ہے؟" اس دوسرے زاہد نے جواب دیا کہ "میں نے درخت لگایا اور خدا نے برکت دی اور وہ بڑھ گیا۔" یہ سنکر اُسنے کہا کہ "برادر! میں نے بھی ایک زیتون کا پیڑ لگایا۔ اور جو کچھ اُسکے لئے مناسب سمجھا خدا سے مانگا اور اُسنے مجھے عنایت کیا مگر باوجود اسکے وہ خشک ہو گیا" تو اُسکے دوست نے جواب دیا کہ "برادر میں نے تو اپنا درخت خدا کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا کیونکہ وہ اس درخت کی ضروریات

[illegible]

مبارک جمعہ

(از پادری آر۔ ایم واعظ صاحب)

خداوند یہوواہ فرماتا ہے

میں ایسا کرونگا۔ کہ سورج دوپہر کے وقت غروب ہو جائیگا۔ اور میں روز روشن میں سرزمین کو اندھیرا کردونگا۔ عاموس (۸ : ۹) تاریکی غضب قہر اور ہیبت کا نشان ہے جیسا کہ خروج (۱۰ : ۲۱) میں مرقوم ہے۔ خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف لمبا کر تا کہ ملک مصر میں تاریکی ہو۔ ایسی تاریکی جو ٹٹولی جائے۔ مصر کی دس آفتوں میں سے یہ ایک بھاری مصیبت تھی۔ یہ سزا اور عذاب کا موجب بھی ہے بابل کی تباہی میں تاریکی کا ذکر یسعیاہ یوں کرتا ہے (۱۳ : ۹) دیکھو خداوند کا وہ دن آتا ہے۔ جو غضب میں اور قہر شدید میں سخت درشتناک ہے۔ تا کہ ملک کو ویران کرے اور گنہگاروں کو اس پر سے نیست و نابود کرے۔ آسمان کے ستارے اور کواکب روشنی نہ چمکائینگے۔ سورج طلوع ہوتے ہوتے اندھیرا ہو جائیگا۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دیگا۔ یرمیاہ نبی (۱۵ : ۹) منسی بن حزقیاہ کے گناہوں کے سبب الٰہی غضب کا بیان یوں کرتا ہے۔ دن رہتے اس کا سورج ڈوب گیا۔ میکاہ نبی بھی الٰہی غضب کو تاریکی سے بیان کرتا ہے۔ تم پر تاریکی چھا جائیگی جس کے باعث تم غیب دانی نہ کر سکوگے۔ اور نبیوں پر آفتاب غروب ہوگا۔ اور ان کے لئے دن اندھیرا بن جائیگا۔ (۳ : ۶)

جب کسی جگہ گناہ اور ظلم کی انتہا ہو جاوے۔ تب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تجھ پر سورج طالع نہ ہو۔ ہندو لوگ گہن سے بھی غضب ہی مراد لیتے ہیں۔ جس تاریکی کا ذکر ہماری آئت میں ہے۔ اس کا مقابلہ انجیل شریف کے مضمون سے کیا جاوے تب پتہ لگ جائیگا کہ یہ کونسی تاریکی ہے۔ جسکا ذکر عموس نبی نے کیا ہے۔ اور دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا (متی ۲۷ : ۴۵)

جب دوپہر ہوئی تو تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا (مرقس ۱۵ : ۳۳)

پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا۔ اور سورج کی روشنی جاتی رہی۔ (لوقا ۲۳ : ۴۴)

یہی وہ تاریکی ہے جس کا ذکر عموس نبی نے اس واقعہ سے قریباً ۸۰۰ برس پہلے کیا۔ یہ تاریکی طبریاس قیصر کے سن جلوس ۱۸ میں واقع ہوئی اس کی نسبت اس زمانہ کا مورخ فیلیگن لکھتا ہے کہ طبریاس قیصر کے عہد ۳۳ء میں سورج کو بڑا سخت گہن لگا تھا۔ یہی صلیبی موت کا سن ہے۔ فیلگن نہ صرف مورخ ہی تھا۔ بلکہ شاہی منجم البشر وئو مر بھی تھا۔ ایسی فاش غلطی ایک شاہی منجم سے حیرت ہے۔ مگر وہ سوائے اس کے کیا کہہ سکتا تھا۔ یہ تاریکی اس وقت ہوئی جبکہ پورن ماسی تھی۔ پورن ماسی کے وقت چاند اور سورج بالمقابل ہوتے ہیں۔ عید فسح ہمیشہ ماہ نیسان یا ابیب کی ۱۳۔ ۱۵ تاریخوں میں ہوتی ہے۔ اس وقت سورج کو گہن لگنا نیچر کے خلاف ہے۔ کیونکہ سورج گہن ہمیشہ سیاہ کے دنوں میں لگتا ہے۔ اور گہن ۳ گھنٹے کبھی نہیں رہا۔ یہ تاریکی ۱۲ بجے سے ۳ بجے تک رہی۔ بیچارہ مؤرخ اصل حقیقت سے واقف نہ تھا۔ اس لئے اس نے اس کو گہن لکھدیا۔

اصل بات یہ ہے کہ اس وقت آفتاب صداقت غروب ہو گیا۔ اس قدر رومی سلطنت میں ظلم ہوا۔ ایسی سخت بے انصافی ہوئی۔ کہ اس ظلم کو سورج دیکھ نہیں سکا۔ تمام رومی سلطنت پر غضب الٰہی آگیا۔ تاریکی چھا گئی گویا یہود کا اور رومی سلطنت کا سورج عین دوپہر کو غروب ہو گیا۔ یہی وہ وقت تھا جبکہ نبی کی نبوت کے مطابق سوار گڈریہ اور الٰہی چوپان پر تلوار چلائی گئی۔ چنانچہ مذکور ہے (ذکریاہ ۱۳ : ۷) اے تلوار تو میرے چرواہے پر اُس انسان پہ جو میرا ساتھی ہے۔ بیدار ہو یہی وہ الٰہی تلوار تھی جس سے درخت حیات کی نگہبانی ہوتی تھی۔ چنانچہ موسیٰ اپنی پہلی کتاب میں اس تلوار کی بابت یوں تحریر کرتا ہے۔ اور باغ عدن کے پورب طرف کروبیوں کو چمکتی تلوار کے ساتھ جو چاروں طرف پھرتی تھی۔ مقرر کیا۔ کہ درخت

حیات کی راہ کی نگہبانی کریں۔ پیدائش ۳: ۲۴) اس گھومتی تلوار کے سبب حیات کا دروازہ بند تھا۔ راہ نہ کھلی تھی۔ اس الٰہی چوپان نے اُس کا وار اپنے اوپر لیا سینہ سپر ہوکر اس راہ کو کھول دیا۔ یہ وہ وقت تھا ۱۲ سے ۳ بجے تک ۔

فسح کی دائمی قربانی کے ٹھیک وقت پر یہ الٰہی برہ قربان ہوا۔ ہر دو زوال کے درمیان جیسا کہ موسیٰ کا حکم تھا۔ ۱۲ بجے وہ قربانگاہ پر غضب کے نیچے آیا۔ اور دوسرے زوال کی دائمی قربانی کے وقت ۳ بجے اُس نے دم چھوڑ دیا ۔

یہ تحقیقی قربانی جس پر یوحنا نے گواہی دی تھی کہ دیکھو خدا کا برہ جو جہان کے گناہوں کو اُٹھا لیجاتا ہے۔ خدا کے حضور منظور ہوئی جس کی تصدیق میں چھ نشان ظاہر ہوئے ۔

پہلا نشان۔ ہیکل کا پردہ جو قدس الاقدس کے آگے پڑا رہتا تھا جس کے اندر سوائے سردار کاہن کے کوئی نہ جا سکتا تھا۔ سو بھی سال میں ایک دفعہ۔ اور وہ بھی قربانی کا خون لیکر۔ یہ پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا۔ جیسا کہ مرقوم ہے۔ مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ (متی ۲۷: ۵۱) اُس پردہ کے اندر کوئی نہ جا سکتا تھا۔ سوائے سردار کاہن کے۔ ایک دفعہ عُزیاہ بادشاہ نے اندر جانے کی جرأت کی تھی۔ حالانکہ سردار کاہن نے اُسے منع کیا۔ مگر اُس گستاخ بادشاہ نے نہ مانا۔ فوراً کوڑھی ہوگیا۔ اور ہیکل سے باہر نکال دیا گیا۔ مرتے دم تک کوڑھی رہا۔ قدس الاقدس میں خدا کی حضوری تھی۔ اس راہ کے کھولنے کی بشر میں طاقت نہ تھی۔ اس پردہ کو خدا ہی پھاڑ سکتا تھا۔ اس لئے لکھا ہے کہ اوپر سے پھٹا۔ آسمان کی راہ کھل گئی۔ اب خدا کی حضوری میں ہر ایک شخص حقیقی سردار کاہن کی قربانی کا خون ایمان سے اپنے دل پر چھڑک کے جا سکتا ہے۔ کوئی روک نہیں۔ کس دلیری سے مسیحی ہر وقت خدا کی حضوری میں جاتے ہیں۔ غیر مذہب والے اس سے حیران ہوتے ہیں۔ چنانچہ دہلی کے ایک مشنری نے ایک دفعہ بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مجھے سکول میں جانے میں ذرا دیر ہوگئی۔ جب وقت میں سکول پہنچا

توکیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک ہندو جوان میری جگہ کھڑا دعا مانگ رہا ہے۔ یہ دیکھکر میری حیرت کی کچھ حد نہ رہی۔ جب وہ اپنا کام ختم کر چکا تو میں نے اُس سے الگ لیجا کر پوچھا۔ کہ ایسا کرنے کی جرأت تمہیں کس طرح ہوئی۔ اُس نے کہا۔ کہ ہمارے لوگ پرمیسر کے سامنے جاکر پرارتھنا کرنا بہت ہی کٹھن سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ سوائے پنڈتوں کے کسی میں یہ جرأت نہیں۔ میں حیران ہوتا تھا۔ کہ عیسائی کس دلیری سے ہروقت ہرجگہ دعا مانگنے کو کھڑے ہوجاتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میں بھی عیسائی طریق پر یہاں دعا مانگ کر دیکھوں۔ آیا ممکن ہے۔ سو میرے واسطے یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ صرف مسیحی طریق پر ہی ہر ایک شخص پرمیسر کے سامنے جاسکتا ہے۔ اور میں بھی چلا گیا۔ جو کچھ مسیح نے فرمایا۔ اُس کی تصدیق ہوگئی۔ کوئی بغیر میرے وسیلے باپ کے پاس جا نہیں سکتا +

دوسرا نشان۔ اس ظلم اور جبر پر جبیر سورج نے نقاب لیا۔ جمادات نے بھی شہادت کا مُنہ کھول دیا۔ پتھر تڑک گئے۔ چٹانیں پھٹ گئیں۔ یہ چٹانیں آجتک مُنہ کھولے پڑی ہیں۔ ہمارے مسیحی بھائی خود دیکھکر آتے ہیں۔ پادری وارث الدین مرحوم بیان کرتے تھے۔ کہ وہ چٹانیں سچ مچ ایسی پھٹی ہوئی ہیں۔ جیسے کسی نے مُنہ کھولا ہو۔ نہ تو بارود سے توڑی ہوئی ہیں۔ نہ ہتھوڑوں کے صدموں سے توڑی گئی ہیں۔ نہ کسی بلندی سے گر کر ٹوٹی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برسات سے پیشتر بارش کے واسطے زمین اپنا مُنہ کھول دیتی ہے۔ اسی طرح یہ چٹان پھٹی پڑی ہیں۔ جب آج سے پانچ دن پہلے عوام ابن داؤد کو ہوشعنا پکار رہے تھے تو فریسیوں نے خداوند سے کہا کہ اُن کو منع کر۔ خداوند نے فرمایا۔ کہ اگر یہ چپ رہیں تو پتھر چلا اُٹھینگے۔ اُس کی بھی تصدیق ہوگئی کہ اس کفارہ پر نہ صرف انسان ہی شاہد ہے۔ بلکہ اجرام فلکی اور جمادات بھی۔ ان چٹانوں کے پھٹنے سے ایک اور روحانی نصیحت بھی ہے کہ اب سے کسی کے واسطے نجات پانا ناممکن نہیں۔ سخت سے سخت دل بھی توڑے جائیں گے۔ اور توبہ کرینگے۔ جیسا پنتکوست کے دن ہوا۔ اس کی

شہادت روزمرہ اپنے ملک میں دیکھتے ہیں۔ بڑے بڑے مسیح کے مخالف مسیح پر ایمان لاتے ہیں +

تیسرا نشان۔ قبریں کھُل گئیں۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ قبریں کھُل گئیں۔ اور بہت سے جسم اُن مُقدّسوں کے جو سو گئے تھے۔ جی اُٹھے۔ اور اُس کے جی اُٹھنے کے بعد قبروں سے نکل کر مُقدّس شہر میں گئے۔ اور بہتوں کو دکھائی دیئے (متی ۲۷/۵۲ و ۵۳) یہ قبریں اُن ایمانداروں کی تھیں۔ جو آنے والے مسیح منجی کے ایمان و امید میں مر گئے۔ اب جبکہ آسمان کی راہ کھُل گئی۔ تو ظاہر ہوگیا کہ یہی کفارہ ہر زمانہ کے واسطے یعنے ماضی حال مستقبل کا ہے۔ اس کے وسیلے مُردے جی اُٹھینگے۔ جی اُٹھنے کے بعد وہ شہر مقدس میں گئے۔ اور بہتوں کو دکھائی دیئے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اُنھوں نے ضرور خداوند یسوع کے مسیح ہونے کی شہادت دی ہوگی۔ اور یہ کہ وہ زمانوں کا منجی ہے۔ باوجودیکہ یہ شہر نبیوں کا قاتل اور خونی ہے۔ تاہم مقدس ہی کہلاتا ہے +

چوتھا نشان۔ جس طرح پتھر اور قبریں اس کفارہ کے گواہ ٹھہرے۔ دشمن اور غیر قوم بھی شہادت دیتے ہیں۔ وہ جو تھوڑی دیر ہوئی ٹھٹھہ مار رہے تھے۔ یہ حالات دیکھکر خوف کھا کے سنجیدگی پر آ گئے۔ پکار اُٹھے کہ یہ سچ مچ خدا کا بیٹا ہے (متی ۲۷/۵۴)، جیسا کہ مرقوم ہے۔ پس صوبہ دار اور جو اُس کے ساتھ یسوع کی نگہبانی کرتے تھے۔ بھونچال اور تمام ماجرا دیکھکر بہت ہی ڈرے۔ اور بولے کہ بے شک یہ خدا کا بیٹا تھا۔ کیسی حیرت کی بات ہے۔ سردار کاہنوں اور اُسکے ساتھیوں نے جب صوبہ دار اور دوسرے رُومی سپاہیوں کے مُنہ سے یہ کلمات سُنے ہونگے۔ تو کیسے نادم ہوئے ہونگے۔ کہ اِس جرم پر تو اس کو صلیب دی گئی۔ کہ کوئی اُسے خدا کا بیٹا نہ مانے۔ اور اب اُس کی موت پر اس بات کی تصدیق کی جاتی ہے۔ کہ بے شک یہ خدا کا بیٹا ہے +

پانچوان نشان۔ اس کامل کفارے کی تصدیق ہوگئی۔ جیسا کہ خروج میں مرقوم ہے۔ کہ اُس کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائے۔ الٰہی انتظام ہیں۔ چوروں کی ہڈیاں

توڑی جاتی ہیں۔ مگر جیسا زبور میں لکھا ہے کہ وہ اُس کی ہڈیوں کا نگہبان ہے۔ انمیں سے ایک بھی ٹوٹنے نہیں پاتی۔ یہ فسح کا برہ تھا۔ گناہگاروں کے درمیان شمار ہوتا ہے۔ باقی دو مصلوب چوروں کی ہڈیاں توڑی گئیں۔ مگر خداوند اس برہ کی ہڈیوں کا نگہبان رہا۔ جس سے اس کفارہ کے کامل ہونے کا کامل ثبوت ہے +

چھٹا نشان۔ بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی گئی۔ خون اور پانی بہ نکلا بھالا عین دل پہ لگا۔ اگر موت میں کچھ شک تھا۔ تو وہ بھی رفع ہوگیا۔ پسلی کا چھد جانا موت کی تصدیق ہوگئی۔ چونکہ دُکھ کی زیادتی اور غم کی افراط سے اُس کا خون پانی ایک ہو رہا تھا۔ جلدی مرگیا۔ بھالا لگتے ہی خون پانی بہ نکلا۔ یوں زکریاہ کی پیشین گوئیاں جو ۱۲-۱۳ ابواب میں ہیں پوری ہوگئیں۔ خاص اس موقعہ پر ۱۲ کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ وہ مجھ جسے انہوں نے چھیدا ہے نظر کرینگے +

جہاں پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں کنواں کھودا جاتا ہے۔ زمین کا ذرہ ذرہ الگ کیا جاتا ہے۔ سوتے کی گہرائی تک زمین کھودی جاتی ہے۔ سوتا معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں ہے۔ جانک کسی مزدور کا بھروا سوتے کے مُنہ پر جا لگتا ہے۔ تو معاً سوتا پھوٹ نکلتا ہے۔ فوارے کی طرح اچھل پڑتا ہے۔ ایسے سوتے گما ہے گا ہے پہاڑوں میں دیکھے جاتے ہیں۔ کیا بعینہ یہی حال ہمارے خداوند کا نہیں ہوا۔ کس طرح اُس کا جسم کوفتہ کیا گیا۔ کس طرح چشمہ تک کھودا گیا۔ جمعرات کی شام سے جبکہ وہ گتسمنی میں اس وقت تک کہ دُکھ کی انتہا ہوگئی۔ سورج نے مُنہ چھپالیا۔ کیونکہ کس کا بدن کھودا گیا۔ اُس کے بند بند الگ کئے گئے۔ روئیں روئیں سے خون بہ نکلا۔ بدن چیتھڑے کیا گیا۔ ساری زندگی کے دُکھ چرنی سے لیکر اب تک اس کی جان کھودی گئی۔ یہاں تک کہ آخرکار کھودتے کھودتے یہ حالت ہوئی کہ زبور ۲۲ کی

۱۹ ۱۳

نبوّت پوری ہوئی۔ بہت سے بیلوں نے مجھے آگھیرا۔ بسن کے مضبوط بیلوں نے چاروں طرف سے مجھے ہجوم کیا۔ وہ مجھ پر پھاڑنے والے اور گونجنے والے شیر کی طرح منہ پسارے ہوئے ہیں۔ میں پانی کی طرح بہا جاتا ہوں۔ اور میرے بند بند الگ ہو چلے ہیں۔ میرا دل موم کی طرح میرے سینہ میں پگھل گیا۔ میری قوت ٹھیکرے کی طرح خشک ہوگئی۔ میری زبان تالو سے لگی جاتی ہے۔ اور تو مجھے موت کی خاک پر بٹھاتا ہے۔ کیونکہ کتّے مجھکو گھیرتے ہیں شریروں کی گروہ میرا احاطہ کرتی ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں اپنی سب ہڈیوں کو گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں۔ وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں۔ اور میرے لباس پر قرعہ ڈالتے ہیں تو اے خداوند دور مت رہ۔ اے میری توانائی جلد میری مدد کے لئے آ۔ میری جان کو تلوار سے بچا۔ میری وحیدہ کو کتّے کے ہاتھ سے ببر کے منہ سے۔ اور بھینسوں کے سینگوں سے مجھے رہائی دے ۔

جب یہانتک اُس کا بدن کھودا گیا۔ تو ایک مزدور سپاہی نے ایک برچھی بھالا دے مارا۔ اور فوراً زندگی کا سوتا۔ حیات کا چشمہ۔ لہو کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ مقدس یوحنا رسول (یوحنا ۱۹/۳۴-۳۸) اس کے متعلق یوں تحریر کرتا ہے کہ اُن میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی۔ فی الفور اُس سے خون اور پانی بہ نکلا۔ جس نے یہ دیکھا ہے اس نے گواہی دی ہے۔ اور اُس کی گواہی سچی ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ سچ کہتا ہے۔ تاکہ تم بھی ایمان لاؤ۔ یہ باتیں اس لئے ہوئیں۔ کہ یہ نوشتہ پورا ہو۔ کہ اُس کی کوئی ہڈی توڑی نہ جائیگی پھر ایک اور نوشتہ کہتا ہے۔ کہ جسے اُنہوں نے چھیدا اُسپر نظر کرینگے ۔

مرد مصلوب کے سات کلمے جو صلیب پر سے فرمائے۔ اُن کا بیان طویل ہے۔ اور میرا بیان طوالت پکڑتا جاتا ہے۔ اس لئے اُن کلمات کا صرف ذکر کئے دیتا ہوں کیونکہ یہ ایسے کلمے ہیں۔ کہ جو قابل یادگار رہیں۔ بڑے بڑے ملکی جان نثار اور شہدائے نامدار جہان سے گذرے۔ مگر ایسے کلمے کسی کی زبان سے نہ نکلے ۔

پہلا کلمہ۔ اے باپ اُن کو معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں لوقا ۲۳/۳۴ یہ معافی دشمنوں کے واسطے ہے ✦

دوسرا کلمہ۔ والدہ کی حفاظت۔ والدہ کی دلجوئی۔ اُس کو یہ کہکر دیکھ یہ تیرا بیٹا ہے شاگرد سے یہ تیری والدہ ہے۔ پیارے شاگرد کے سپرد کیا۔ یوحنا ۱۹/۲۶ ✦

تیسرا کلمہ۔ آج تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔ مصلوب ڈاکو کا معافی نامہ ہے جو مرتے مرتے ایمان لایا۔ اور خداوند کی مدد کا محتاج ہوا۔ اُس کو بھی بخشدیا ✦

چوتھا کلمہ۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ متی ۲۷/۴۶ زبور ۲۲/۱

پانچواں کلمہ۔ میں پیاسا ہوں۔ یوحنا ۱۹/۲۸ زبور ۶۹/۲۱ کی نبوت پوری ہوئی۔ اُنہوں نے مجھے کھانے کے عوض پت دیا۔ اور میری پیاس بجھانے کو سرکا پلایا ✦

چھٹا کلمہ۔ پورا ہوا۔ یوحنا ۱۹/۳۰ ✦

ساتواں کلمہ۔ اے باپ میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں۔ لوقا ۲۳/۴۶ زبور ۳۱/۵ یہ آخری کلمہ کہکر اُس نے دم چھوڑ دیا۔ گویا اُس کی زندگی کا ہر دم اُس کے اپنے اختیار میں تھا۔ جب سب کچھ پورا کر چکا۔ تب دم چھوڑ دیا ✦

پس اب جو مسیح یسوع میں ہیں۔ اُن پر سزا کا حکم نہیں۔ کیونکہ زندگی کی رُوح کی شریعت نے مسیح یسوع میں مجھے گناہ اور موت کی شریعت سے آزاد کر دیا۔ رومی ۸/۲

واعظ

سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ انسان اپنے عیب نہ دیکھے ✦

ممکن ہے کہ ہمیں پلپٹ پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ ہو مگر ہم میں سے ہر ایک روزمرہ اپنی زندگی سے کسی نہ کسی قسم کا وعظ کرتا ہے ✦

انتقام کے خیالات کو دل میں نہ پالو۔ وہ آخر تیز ڈنگ بن جائینگے ✦

ہماری معاشرتی زندگی اور ہمارے فرائض

(۲)

پچھلے مضمون میں ہم نے تحریر کیا تھا کہ ہماری انسانی فطرت میں یہ قدرتی خواہش موجود ہے کہ ہم ایک دوسرے سے میل ملاپ کریں اور دوسروں سے بات چیت اور گفتگو کرنے میں لطف اٹھائیں۔ اس خواہش کو ہمارے خالق نے ہماری سرشت میں رکھا ہے۔ اور جس طرح دیگر فطرتی خواہشات استعمال سے ہی اچھی اور بُری ثابت ہوتی ہیں اسی طرح یہ خواہش عقل کے ماتحت ہی رہ کر اپنا کام بخوبی دے سکتی ہے لیکن ہماری معاشرتی زندگی میں اس خواہش کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ان امور کا ذکر کریں جن کے ذریعہ یہ خواہش ہماری سوسائٹی میں ناجائز طور پر ظہور پذیر ہو رہی ہے۔

اس خواہش کا تقاضا ہو گیا ہے کہ ہم ان اشخاص سے ملیں جو سوسائٹی میں ہمارے برابر کے ہوں۔ ہم یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان کے گھر جائیں۔ ان کو اپنے گھر بلائیں۔ ایک دوسرے پر "کال" کریں۔ اور اگر ہم ان کے گھر جائیں اور وہ ہمارے گھر ہمیں ملنے نہ آئیں۔ اور ہماری "کال ریٹرن" نہ کریں تو ہم شاکی ہوتے ہیں۔ اور اپنے دلوں میں یا برملا دوسروں کے سامنے کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں پر "کال" کیا ہے لیکن اس نے ہمارا "کال ریٹرن" نہیں کیا ہے۔ یا اگر ہم کسی کو چائے پانی یا کھانے پر بلاتے ہیں تو ہم یہ اس سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم کو بھی بلائے گا۔ اور اگر وہ ہم کو نہ بلائے اور دوسروں کو دعوت دے تو ہم کو شکوہ ہوتا ہے کہ اس نے ہم کو مدعو نہیں کیا۔ ہاں اگر کوئی شخص سوسائٹی میں ہمارے درجے سے بہت اونچا ہو تو ہم یہ امید نہیں کرتے کہ وہ ہمارے گھر آئے گا یا ہم کو اپنے گھر بلائے گا۔ اور اگر ہم اس معاملہ کا کسی سے شکوہ کریں تو وہ الٹا ہم پر ہی ہنسے گا۔ مثلاً اگر کوئی معمولی درجے کا آدمی یہ خیال کرے کہ نواب گورنر جنرل صاحب اس کے گھر آئیں اور اس کو اپنے گھر بلائیں تو ساری

دنیا اس کو احمق بے وقوف اور دیوانہ کا ہی خطاب دے گی۔ اسی طرح ہمارے خواب و خیال میں بھی نہیں آتا کہ ہم ان اشخاص کے گھر جائیں جو ہماری سوسائٹی کے نچلے طبقے کی تاریکی میں رہتے ہیں۔ اور اگر ہم کبھی بھولے بھٹکے کہیں ان کے گھروں میں جا بھی نکلیں تو ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے اِن کی عزت افزائی فرمائی ہے لیکن ہم یہ بھی اُن سے امید نہیں رکھتے کہ وہ ہمارے گھر بھی آئیں اور ہماری "کال ریٹرن" کریں۔ ہمارے ذہن میں یہ کبھی خیال نہیں گذرتا کہ ہم ان کو کھانے پر مدعو کریں یا ان کے گھر جا کر کھانا کھائیں۔ اور اگر کوئی بیچارا ہمارے گھر ضرورت کا مارا آ بھی جاتا ہے تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ "تو وہاں کھڑا رہ یا میرے پانوؤں کی چوکی کے پاس بیٹھ" ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ کوئی ہم کو غریب آدمی کے ساتھ نہ دیکھے کیونکہ اس کو ہم ہتک عزت تصور کرتے ہیں۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہم کسی "بڑے آدمی" کے ساتھ دیکھے جائیں۔ اور جب کوئی ہم کو کسی اعلےٰ طبقہ کے شخص کے ساتھ دیکھ لیتا ہے تو گویا ہماری خوشی کی انتہا نہیں ہوتی۔

غرضیکہ ہماری سوسائٹی کے قوانین کی بنیاد محض برابری کے اصول پر ہی ہے۔ ہم اس سے ملتے ہیں جو ہمارے برابر کے درجے کے ہیں۔ جو ہم سے نچلے درجے کے اشخاص ہیں ان کو لات مارتے ہیں۔ اور جو ہم سے اعلےٰ درجے میں اُنکی خوشامد کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ملنا جلنا نعمت غیر مترقبہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن خداوند مسیح کی یہ تعلیم نہیں۔ اور نہ ہی آپ نے اس اصول پہ عمل فرمایا۔ آپ نے غریبوں۔ اندھوں۔ بیماروں۔ کوڑھیوں۔ مفلوجوں کے درمیان ہی اپنی عمر کاٹی۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے۔ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرتے ہو تو کیا زیادہ کرتے ہو۔" آپ راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو ہی بلانے کے لئے دنیا میں آئے تھے۔ آپ کو محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھانے میں ذرا نہ جھجک تھی اگرچہ آپ کے دشمن آپ کو "کھاؤ اور محصول لینے والوں کا یار"

(متی ۱۱/۱۹) طعنہ سے کہتے تھے۔ اور غربا کے ساتھ نشست برخاست کرنے ہی کی وجہ سے آپ نے اپنے وطن میں عزت بھی نہ پائی۔ آپ کی تعلیم یہ ہے کہ "جو کوئی بڑا ہونا چاہے وہ خادم بنے۔ اور تم میں اول ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے" آپنے دولتمندوں اور صرافوں کے تختوں کو تو اُلٹ دیا لیکن جو "اندھے اور لنگڑے ہیکل میں اس پاس آئے اُن کو اچھا کیا" (متی ۲۵/۳۵) آپ کے باپ کے "مبارک لوگ" وہی ہیں جو بھوکوں کو کھانا۔ پیاسوں کو پانی اور ننگوں کو کپڑا دیتے ہیں۔ اور پردیس بیماری اور قید میں دوسروں کی خبر لیتے ہیں۔ باقی سب "ملعون" ہیں۔ جو "اپنے پڑوسی سے محبت نہیں رکھتے کیونکہ "طرفداری" (یعقوب ۲/۱) کر کے امیر اور فقیر میں تمیز کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "جب تو کھانا یا کرے تو اپنے دوستوں یا رشتہ داروں یا دولتمند پڑوسیوں کو نہ بلا بلکہ غریبوں لنجوں لنگڑوں اندھوں کو بلا کیونکہ اُن کے پاس تجھے بدلہ دینے کو کچھ نہیں"

اللہ اللہ کہاں یہ اقوال اور خداوند کے افعال اور کہاں ہماری سوسائٹی کے رسوم و رواج اور معاشرتی اطوار۔ ع ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا معلوم نہیں کہ اگر خداوند مسیح دوبارہ اس جہان میں ایک بڑھئی کے گھر جنم لیں تو مسیحی سوسائٹی ان کو اپنے گول کمروں کے نزدیک پھٹکنے دے گی یا نہیں اور کھانے کی میز کی نشست آپ کو دیکھنی نصیب ہوگی یا نہیں۔

پس ظاہر ہے کہ اگر ہماری اپنی معاشرتی زندگی کے اس پہلو پر خداوندی اصول اور نمونہ کے نقطہ خیال سے نظر کی جائے تو ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کا ہی معاملہ ہے۔ اس دنیا نے ناپائیدار کی دولت نے ہم کو ایسا اندھا کر دیا ہے کہ ہم کسی شخص کی عزت اس واسطے نہیں کرتے کہ وہ مسیح میں خدا کا بیٹا اور اس کی آنکھوں کا تارا ہے اور لہذا خواہ وہ غریب ہی ہو اس کی شخصیت ایسی ہی گرانقدر ہے جیسے کسی امیر کی بلکہ اس سے بھی زیادہ (لوقا ۱۵/۱) ہماری سوسائٹی نے عزت کا معیار دولت۔ دنیاوی ثروت۔ مرتبہ اور جاہ و حشمت

مقرر کیا ہے جس کی دولت زیادہ ہے اس کی عزت بھی قائم ہے۔ اور جہاں کسی کی دولت یا مرتبہ میں کمی واقع ہوئی اور طوطا چشمی شروع۔ بقول شخصے ؎

دام جس کے پاس ہیں ممبر بھی ہے حاکم بھی ہے
اور مفلس ہو ارسطو بھی، تو وہ مجذوب ہے

مسیحی سوسائٹی اگر فی الواقع "مسیحی" جماعت ہونا چاہتی ہے تو صرف ایک ہی شرط ہے کہ اپنے اوضاع اور اطوار۔ رسوم و رواج کو خداوند کے احکام اور افعال کے مطابق ڈھالے۔ اور مغربی "رائٹی کیف" کی کتب کے الفاظ کی کورانہ تقلید ترک کرے بلکہ ہر رسم مسیحی اصول کی کسوٹی پر پرکھے اور پھر اس کو اختیار کرے ان دنوں ہم سب محسوس کر رہے ہیں کہ مغرب کی تقلید میں ہم نے مغرب والوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ اس "غلامی کی روح" سے آزاد ہو کر اپنے رسوم و رواج شروع کریں جو نہ مغربی ہوں نہ مشرقی ہوں بلکہ مسیحی ہوں۔ خدا ہم سب کو توفیق عطا کرے۔ کہ انفرادی اور مجموعی حیثیت میں اس خواہش پر عمل کریں

ع۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(باقی دارد)

برکت اللہ مشن کالج لاہور

خیالاتِ پریشان

انگریزی کے مشہور رسالہ پیرسن میگزین میں انگلستان کے نامور مصنف ایچ۔ جی ویلز نے ایک مضمون لکھا ہے "مسیح ہمارے لئے موا؟ کیا ہمیں اس امر کا خیال ہے؟" اس مضمون میں صاحب موصوف کلیساؤں پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنے شرکاء کی روحانی ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ لوگ عبادت میں شامل نہیں ہوتے۔ کیونکہ انہیں عبادتوں میں روٹی کی بجائے پتھر دیا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ گرجوں میں اپنی روزانہ ضروریات کے متعلق ہدایات حاصل کریں انہیں

محض لفظی بازی اور دقیق مسائل پر لفاظی نصیب ہوتی ہے۔ اگر ممکن ہوسکا تو اس مضمون کا لب لباب زیادہ واضح طور پر ناظرین مسیحی کے سامنے پیش کرینگے فی الحال ہم سر آرتھر یاپ صاحب کے نو مشورے درج کرتے ہیں جو انہوں نے اس مضمون کو پڑھکر اسی رسالے میں بھیجے ہیں +

(۱) اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہمیں زیادہ بہتر۔ زیادہ دلچسپ اور زیادہ عملی وعظوں کی ضرورت ہے۔

(۲) عبادت میں تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ وہ ہر قسم کی طبائع اور ہر قسم کی حالتوں کے حسب حال ہو سکے

(۳)۔ چندہ پر بہت زور نہیں دینا چاہئے۔

(۴)۔ ان امور پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے جو کہ اولین ہیں۔ مثل صاف اور سیدھی زندگی مسیحیوں میں یگانگت خدمت۔ مسیحی محبت اور خود انکاری کی روح

(۵۔ اگرچہ کلیسیا کو سیاسی جھگڑوں سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ تاہم کلیسیا کا فرض ہے۔ کہ قوم کی بہبودی اور اخلاق سے متعلقہ تمام سوالات کو اعلےٰ سطح پر کھینچ لے +

(۶)۔ لےمین کو پورے طور سے استعمال کرنا چاہئے۔ اور کوشش ہونی چاہئے کہ اُن کے لئے اُن کے دلپسند خدمت کے موقع نکل آئیں +

(۷) اگر کلیسیا نے ترقی کرنی ہے تو بچوں کا خیال نہایت ضروری ہے۔ خاندانی دعا تقریباً مفقود ہوتی جاتی ہے +

(۸) ایسے طریقوں کی ضرورت ہے جو کہ بناوٹی نہ ہوں +

(۹) کلیسیا کی سب سے اہم ضروریات ہوشیاری۔ دعا۔ کام۔ روحانی رہنما۔ اتحاد۔ ایمان اور زمانہ شناسی ہیں +

کلیسیا کی ترقی کے عملی ذریعوں میں وہ سب طریقے شامل ہیں جن سے کہ کلیسیا کی مالی اور اقتصادی ترقی مقصود ہے۔ کلیسیا ابھی تک خواب گراں میں سوئی پڑی ہے اور نہ تو روحانی اور نہ ہی دنیوی فوائد کی نگہداشت کر رہی ہے۔ ہم مثال کے طور پر

کرسچن سنٹرل کواپریٹو بینک کی کہانی سنانا چاہتے ہیں۔ یہ بینک دیہاتی مسیحیوں کے فائدے کے لئے جاری ہے۔ اور اُن کی اقتصادی حالت سدھارنے کا ایک زبردست آلہ ہے۔ تاہم کافی طور پر اس بینک کی مدد نہیں کی جارہی۔ اسوقت تک لاکھ روپیہ کے قریب غریب مسیحیوں کو قرضہ دیا جاچکا ہے۔ لیکن اس رقم کا کثیر حصہ یا تو پردیسی صاحبان سے آیا ہے اور یا ایک دو شخصوں نے دیا ہے چاہئیے تو یہ کہ ہر صاحبِ توفیق مسیحی سو۔ دوسو۔ ہزار روپیہ امانت میں رکھے۔ تاکہ یہ ضروری کام چلتا رہے۔ امانت رکھنے والے کو خود بھی فائدہ رہے۔ کیونکہ سُود اچھی شرح پہ ملجائیگا۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ مفصّل حالات کے لئے سیکرٹری بینک مذکور۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے بلڈنگز لاہور سے دریافت کرو +

مختلف مشنوں سے جو وفد دو سال ہوئے ہندوستان میں آئے تھے۔ اُن کا اثر اب کسی قدر محسوس ہونے لگا ہے۔ مشنوں کے انتظام میں فرق آنے لگا ہے کلیسیائے انگلستان کے متعلق جو فیصلہ ہوا ہے۔ اُس سے پانچ چھ سال کے اندر مشن کا سارا انتظام کلیسیا کے ماتحت ہوجائیگا۔ پریسبیٹرین کلیسیا اور امریکین پریسبیٹرین مشن کے تعلقات میں بھی تغیر ہونے والا ہے۔ لیکن ان تبدیلیوں کا کلیسیا کی زندگی پر کیا اثر پڑیگا؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہی معاملہ ہوگا۔ جو سیاسی اصلاحات سے سیاسی مطلع پر ہوا ہے۔ خرچ زیادہ۔ باقی ڈھاک کے وہی تین پات۔ ایک بزرگ ہندوستانی پادری صاحب نے اس نئی تجاویز کو پڑھکر فرمایا کہ "وہ اگلے سوا دوں بھی نہ کتے جا لیے"۔

اصلی راز یہ ہے کہ بھیس بدلا گیا ہوا۔ دل بدلنا چاہئے۔ بعض نظامی تبدیلیاں کرنے یا چند ہندوستانیوں کو زیادہ تنخواہ یا زیادہ عہدے دینے سے کوئی فایدہ حاصل نہیں۔ جب تک ہمارے دل نہ بدل جائیں۔ مشن اور کلیسیا کے تعلقات کبھی بہتر نہیں ہوسکتے۔ اور نہ ہی مشن یا کلیسیا کے کام میں ترقی ہوسکتی ہے +

(پریشان خیال)

گلشن بائیبل

پیدائش کی کتاب اور سائنس

مسیحی عقیدہ ہے کہ خدا تمام موجودات کا خالق ہے اور وہی کتاب الہام کا بھی مصنف ہے۔ ان ہردو کتابوں کا مدعا ایک دوسرے سے قطعی جداگانہ ہے اسلئے بعض اشخاص کا یہ کہنا کہ ان دونوں میں اختلاف ہے۔ ایک بے معنی نعرہ ہے اس قسم کے دعویٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص نہ تو فطرت اور الہام کو نظر تعمق سے دیکھتے ہیں اور نہ روحانی باتوں میں انکو دخل ہے۔ آئے دن مسیحی واعظوں اور مصنفین کو ثابت کرنا پڑتا ہے کہ پیدائش کی کتاب کے بیانات اور سائنس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ این۔ جی۔ ڈائسن صاحب اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں کہ۔

"جہاں سائنس اور بائبل میں اتفاق نہ ہو وہاں ہم کس کو صحیح مانیں؟ ہم بائبل کو خدا کی الہامی کتاب مانتے ہیں۔ سائنس کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ دوسرے حلقے میں الٰہی الہام ہے جس میں کام کا طریقہ مختلف ہے۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ آخر کار ان دونوں میں اختلاف پایا جائے۔ اس قسم کے گمان سے نہ فقط مذہب اور فلسفہ کا کام فضول ثابت ہوگا۔ بلکہ سائنس کی محنت بھی رائیگاں ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ سب رستے ہیں جن سے ہم ایک عام مرکز پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنے ایسے ازلی منبع کی طرف جو ہر قسم کے علم کا مخزن ہے اور جس میں آخر کار تمام ظاہری اختلاف رفع ہو جائینگے۔ سائنس کا حلقہ مظاہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کا مدعا یہ ہے کہ واقعات کو یکجا کرکے ان کی باہمی مطابقت اور مناسبت دکھائے۔ اسکا یہ دعویٰ نہیں کہ ان سے روحانی یا اخلاقی نتائج نکالے۔ یہ مذہب کا کام ہے۔ سائنس کے حلقے میں بھی ان کے نتائج کو مان لینا چاہئے بشرطیکہ وہ خود سائنس کے رو سے قطعی نتائج ہوں +

بائبل کا مدعا زیادہ تر روحانی اور اخلاقی ہے۔ اس حلقے سے باہر وہ ایسے

غیر متعلقہ خیالات کو قبول کرسکتی ہے جو کسی خاص زمانہ کے حالات کے مطابق رائج تھے فرضاً اگر بائبل کے مصنفوں کو وہ واقعات معلوم تھے جو زمانہ حال کے سائنس نے روشن کردیئے ہیں تو وہ زمانہ تصنیف کے لوگوں کو جو اس قسم کے انکشافات کے لئے تیار نہ تھے اُن حقائق کو کیونکر سمجھا سکتے تھے۔ اس سے سوائے عوام کی توجہ اُن حقائق کی طرف سے منحرف کرنے کے اور کیا فائدہ ہو سکتا تھا جن کو سکھانا مذہب کا حقیقی مدعا تھا۔ ایک مثال سے یہ مضمون واضح ہو جائیگا۔ کوئی واعظ جو خداوند مسیح کی لاش کو غروب آفتاب کے وقت دفن کرنے کا بیان کر رہا ہو یہ سمجھانے کی کوشش نہ کریگا کہ سورج فی الحقیقت غروب نہیں ہوا کرتا۔ انسانی علم روبترقی ہے اور ہر ایک قدم جو ترقی کی منزل میں آگے بڑھایا جاتا ہے۔ آیندہ علم کے لئے رستہ تیار کرتا ہے۔ نئے علم کو قبول کرنے کے لئے دنیا میں تیاری درکار ہے۔ جہانتک ہم دیکھ سکتے ہیں عالم فطرت کا یہی قانون ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ یہ قانون کسی خاص امر میں توڑا جائے۔ ہم کیوں توقع رکھیں کہ خدا خود بخود ایسی باتیں ظاہر کردیگا جنکو نہ دنیا سمجھ سکتی اور نہ قبول کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اور اگر وہ اسرار ہویدا ہو جائیں تو مستقبل زمانے کے محققوں کو پیش از وقت علم حاصل ہو جائیگا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن کی آیندہ تحقیقات مسدود ہو جائینگی۔ خدا اس طور پر کام نہیں کیا کرتا۔ جو باتیں انسان خود اپنے لئے دریافت کر سکتا ہے۔ خدا اس کو نہیں بتاتا۔ خدا کا الہام یعنے اس کے ارادے اور ماہیت اور مقصد کا مکاشفہ ایک علیحدہ شے ہے۔ اگر انسان پر اُس کا ظاہر ہونا ضرور ہو تو خدا خود ہی اُسے ظاہر کرسکتا ہے۔ مگر علم طبیعات کے واقعات کی اور ہی حیثیت ہے۔ انسان اُنکو خود دریافت کرسکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی خدا کا مقصد تھا۔

غرض سائنس اور بائبل دونوں خدا کی کاریگری ہیں۔ اُنکے طریق اور عمل اور حلقے جدا جدا ہیں۔ جو اختلاف انہیں فرض کیا جاتا تھا اب اس کی تیزی بہت جاتی رہی ہے۔ اب اہلمنطق بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ یہ دونوں متضاد او نقیض نہیں ہیں مگر طبراُسی وقت ہوتا ہے جب اُنکے مختلف حلقوں کو آپس میں ملایا جاتا ہے۔ دونوں کو اپنی اپنی حدود میں بند رہنا چاہئے۔

نور مسیحی ماہ مارچ ۱۹۲۳ء

قاصد

چندہ سالانہ ۸

این۔ایم۔ایس کا ماہوار رسالہ

سلسلہ جدید جلد ۱	ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء	نمبر ۷

سوسائٹی کی خبریں

جناب ایڈیٹر صاحب بوجہ علالت طبع اس ماہ کا پرچہ ایڈٹ نہ کر سکے۔ یہ پرچہ ایک ناتجربہ کار کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ جو کچھ رطب و یابس ہو سکا ہدیہ ناظرین ہے۔ مہربانی کر کے ناظرین کرام غلطیوں کو سہو سمجھ کر معاف فرماویں امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب اگلے ماہ اپنی تبدیل و توفیق لیاقت و ادارت سے قرار واقعی نعم البدل پیش کر کے کسر پوری کر دینگے۔

پروفیسر ایس۔ سی مکرجی نے سیرامپور کالج کے طلباء کے ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بدیشی مشنری پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے ہندی مسیحیوں میں مغربیت کا اثر و اقتدار ٹھونس دیا ہے۔ اور چونکہ این ایم ایس آدمی۔ انتظام اور طرز عمل میں محض سودیشی مشنری سوسائٹی ہے لہٰذا اس نے اس اعتراض کو دور کر دیا ہے۔

جنوبی ہند میں لندن مشن نے اپنا وہ کام جو حلقہ ترپتور میں تھا۔ این۔ ایم۔ ایس کے حوالے کر دیا ہے۔ اور اس کے تبادلہ میں ایمابور کا علاقہ لندن مشن کو

۲

دیا گیا۔ اگر پنجاب کی مشنیں بھی اسی برادرانہ سلوک پر عمل کریں۔ تو این۔ ایم۔ ایس کے کام میں خاص ترقی ہو سکتی ہے۔ ہم کارکنان تر تپر آشرم کو مبارکباد دیتے ہیں +

پونا کے مسٹر وی ایس ڈیوڈ صاحب ہمیشہ سوسائٹی کی خدمات مفت انجام دیتے رہتے ہیں۔ فروری سے شروع کر کے چھ ماہ تک این۔ ایم۔ ایس کی خاطر آپ مغربی ہند میں گشت کرینگے۔ صوبہ بمبئی سے آمدہ رپورٹیں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ کا کام نہایت امید افزا ثابت ہو رہا ہے۔ مارچ اور اپریل میں آپ صوبہ گجرات مہاراشٹر اور مرہٹی علاقہ کا دورہ کرینگے +

رنگون کے مسٹر پی۔ ایس۔ کدسوانم صاحب جو کہ پہلے علاقہ تامل میں سوسائٹی کے گشتی سکرٹری رہ چکے ہیں۔ کی درخواست برائے اعزازی خدمات نیابت (ڈیپوٹیشن) کو کارکنان سوسائٹی نے شکریہ کے ساتھ منظور کر لیا ہے۔ آپ کا ارادہ ہے۔ کہ تین ماہ کی رخصت کا زمانہ برما اور ریاست ہائے ملایا کی کلیساؤں میں سوسائٹی کیلئے دلچسپی اور ہمدردی پیدا کرنے میں صرف کریں۔ اب جبکہ ہندوستان کے دیگر علاقوں سے حوصلہ افزا خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ ہماری نگاہیں پنجاب کی طرف لگ رہی ہیں دیکھئے۔ کون خدا کا بندہ امسال پہاڑ پر جانے کی بجائے این۔ ایم۔ ایس کی خاطر صوبہ میں گشت لگا کر خود انکاری کا ثبوت دیتا ہے انڈین چرچ کو ایسے اشخاص کی اشد ضرورت ہے +

مسیحی شعرا سے درخواست ہے۔ کہ ذیل کے طرح مصرعہ پر ایک مسیحی قومی غزل لکھکر روانہ کریں۔ گیارہ اشعار سے مزید نہ ہو۔

مذہب سے ہوں مسیحی اور ہندی ہوں ذات کا

ذات۔ بات۔ نجات۔ قافیہ ہو۔ اور "کا" ردیف۔

سب سے اعلےٰ غزل پر ایک کتاب انعام دی جائیگی۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ غزلیں درج رسالہ کی جائیں +

سرساوہ میں این۔ایم۔ایس

یہ مضمون ہمارے مہربان دوست مسٹر ذکاء اللہ صاحب ناصر کے قلم کا نتیجہ ہے۔ جسے ہم کمال شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہوئے تمام مسیحی نوجوان طبقہ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی مہربانی سے ہر ماہ ہمیں این۔ایم۔ایس کے متعلق ایسے مضامین بھیجکر قاصد کے ذریعہ تمام ہندوستانی کلیسیا کی خدمت میں ہمارا اور کارکنان این۔ایم۔ایس کا ہاتھ بٹائیں۔ (ایڈیٹر)

سرساوہ میں این۔ایم۔ایس کے ایک سرگرم کارندہ کی زندگی دیکھ کر مجھے خوشی اور خواہش پیدا ہوئی۔ کہ این۔ایم۔ایس کے عام کام اور خدمت کا جو کہ وہ مختلف حصص ملک میں انجام دے رہی ہے۔ عام تذکرہ کروں۔ مجھے گذشتہ ایام کرسمس میں سرساوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس ہفتہ عشرہ کے قیام میں پادری میلپز صاحب سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ جو کہ حال ہی میں لاہور سے تبدیل ہو کر اس مقام پر تعینات ہوئے ہیں +

یہاں تین مسیحی خاندان مشتملبر ۲۰ شرکا ہیں۔ اور مجھے یہ دیکھکر خوشی حاصل ہوئی۔ کہ تمام مسیحی سچے دیندار لوگ ہیں۔ ان میں برادری اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ پادری صاحب مذکور کی روحانی زندگی کا اثر ایسا کامیاب ثابت ہوا ہے۔ کہ ایک روز میں باہر گیا۔ اور دیکھا کہ پانچ محمدی اور تین ہندو بیٹھے پادری صاحب کی نسبت باتیں کر رہے ہیں۔ پہلے تو میں نے گمان کیا۔ کہ ان کے خلاف بولتے ہونگے۔ مگر یہ سُن کر مجھے کمال خوشی ہوئی۔ کہ ایک مسلمان کہنے لگا۔ کہ "جب شروع میں پادری میلپز صاحب یہاں آئے۔ تو انہیں ہر طرح کی مصائب کا سامنا ہوا۔ لوگوں میں پہلے ہی مشہور ہو گیا تھا کہ وہ پادری لڑاکا اور مغرور آدمی ہے۔ سو ماشکی اور مہتر وغیرہ نے شروع میں

۴

ان کا کام کرنے سے انکار کر دیا۔ مجھے ایک روز ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور میں ان کی نیک اور قابل قدر زندگی سے ایسا متاثر ہوا کہ میرا خیال بدل گیا۔ وہ ہر ایک بڑے چھوٹے سے خندہ پیشانی اور خوش کلامی سے پیش آتے تھے۔ پس چند ہی روز میں سارے گاؤں کے لوگ ان کی نسبت نیک گمان کرنے لگ گئے۔ یہاں [illegible] باوجود کٹر مسلمان ہونے کے ان کو صدق دل سے اپنا بھائی سمجھنے لگے۔ اور [illegible] یہاں تک [illegible] کہ میں ان کے ساتھ کھانا کھانے میں بھی شریک ہونے لگا۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کے سلوک اور نمونہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ گاؤں کی ہر ایک عورت کی عزت [illegible] نظر سے دیکھنے لگی۔ نہ صرف [illegible] بلکہ گرد و نواح میں بھی ان کی نیک [illegible] کا چرچا ہو گیا۔

یہ بیان ختم ہوا [illegible] صاحب کے حق میں حسن ظن کی باتیں کہنے لگا۔ اور میں نے خدا کی تعریف [illegible] میں آپ کے ہمراہ چند ایک دیہات میں گیا۔ اور ہر جگہ دیکھا کہ لوگ [illegible] کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

آپ نے یہاں ایک سکول جاری کیا ہے جس میں ادنیٰ اقوام کے بچے بلا فیس تعلیم پاتے ہیں [illegible] تعداد [illegible] تک پہنچ گئی ہے۔ امید ہے کہ یہ سکول [illegible] غریب لوگوں کے لئے برکت ثابت ہوگا۔

بوجہ قلت گنجائش تمام حالات لکھنے سے قاصر ہوں۔ ورنہ آپ کا نمونہ دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کو آپ جیسے سرگرم اور مسیحی زندگی رکھنے والے مشنریوں کی ضرورت ہے جن کو مسیح کی ضرورت ہے۔ اور مسیحیت پادری ہیلیز صاحب جیسے آدمیوں کا انتظار کر رہی ہے [illegible] کام کرنے کیلئے دردمند دل ہے خدا انکو توفیق بخشے [illegible] قربانی [illegible] تاکہ خدا کی بادشاہت جلد قائم ہو

ہم اپنے کرم فرما [illegible] صاحب سے درخواست کرتے ہیں [illegible] کہ وہ مہربانی سے بالتفصیل اپنے کاروبار [illegible] ایک مضمون [illegible] کیلئے دلچسپی اور کارندوں کیلئے نیک

themasihilahoremarch1923

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

خان اور جان کی ملاقات

جان۔ گڈ مارننگ مسٹر خان۔

خان۔ وعلیکم السلام عزیز دوست۔

جان۔ جی آپ تو مسیحی ہیں۔ یہ محمدی طرز سلام کیسا؟

خان۔ [illegible]۔ یہ طریق اسلام کا نہیں۔ بلکہ مسیحی جماعت کا مروجہ تھا۔ [illegible]۔ اور مسلمانوں نے اس کا استعمال اس کثرت سے کیا۔ کہ [illegible] اسلام کے طریقے کی نسبت غلطی کرنے لگے۔ مسلمان سمجھتے ہیں۔ کہ یہ اسلام کا خاص طریق ہے۔ مسیحی لوگوں نے سمجھا۔ کہ السلام علیکم کہنا مسلمانی طریق ہے۔ مگر حقیقت میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مسلمانوں کی مشہور کتاب صحیح مسلم کے ابواب فضائل ابوذر میں لکھا ہے۔ کہ جب ابوذر کا بھائی انیس حضرت محمد سے مل کر آیا۔ تو اس نے بھائی کو خبر دی۔ کہ میں مکہ میں ایک شخص سے مل کر آیا ہوں۔ جو تیرے دین پر ہے۔ اور گمان کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو بھیجا ہے۔ اب جب ابوذر نے بھائی سے یہ خبر پائی۔ کہ آنحضرت میرے دین والے ہیں۔ تو اس کو بھی شوق ہوا۔ کہ آپ سے ملے۔ ابوذر صابی فرقہ کا ممبر تھا۔ جو کہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ اور ان کے درمیان طریقہ سلام السلام علیک تھا۔ پس ابوذر نے جا کر دریافت کیا کہ جس کو تم صابی کے نام سے پکارتے ہو کہاں ہے۔ ابوذر کہتے ہیں۔ کہ جب میں حضرت سے ملا تو سب سے پہلے میں ہی نے آپ کو السلام علیک کہا۔

جان۔ بھلا اس سے یہ کیسے ثابت ہوا۔ کہ یہ طریقہ محمدی نہیں۔ بلکہ مسیحی ہے۔

خان۔ اسلام کا منبع شرع یہود ہے۔ اور کلام اللہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت داؤد نے

ان جوانوں کو فرمایا کہ تم نابال پاس جاؤ۔ اور میرا نام لے کے اُسے سلام کہو۔ اور یوں کہو۔ کہ تجھ پر سلام تیرے گھر پر سلام اور ان سب پر سلام جو تیرے پاس ہیں (۱سموئیل ۲۵: ۶) خط وکتابت میں بھی یہ طریق مروّج تھا۔ تب دارا نے ساری قوموں اور گروہوں کو نامہ لکھا۔ تمہاری سلامتی افزود ہو۔ (دانی ایل ۶: ۲۵)+

یہ سلام خدا کا ہے۔ "خدا نے جدعون سے کہا۔ کہ سلام تجھ پر ہو۔" وغیرہ (قاضیوں ۶: ۲۳)

جان۔ ہاں یہ طریق سلام تو یہودیوں میں رائج تھا۔ مگر مسیحیوں میں تو اس کا کوئی نشان پایا نہیں جاتا +

خان۔ عزیز یہ محض لاعلمی ہے۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ "گھر میں داخل ہوتے وقت اسے دعائے خیر دو۔ اور اگر وہ گھر لائق ہو۔ تو تمہارا سلام (السلام علیکم) اسے پہنچے۔ اور اگر لائق نہ ہو تو تمہارا سلام (وعلیکم السلام) تم پر پھر آئے (متی ۱۰: ۱۳ + لوقا ۱۰-۵) +

نیز انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند مسیح جب کبھی شاگردوں سے ملے۔ انہوں نے ہمیشہ سلام علیکم کہکر پکارا۔ یعنی تم پر سلامتی ہو۔ (لوقا ۲۴: ۳۶ + یوحنا ۲۰: ۱۹ و ۲۱ و ۲۶) اسی طرح رومیوں اور کرنتھیوں کے آخری بابوں کو مطالعہ کریں۔ تو بار بار "تم پر سلامتی" کے الفاظ سلام میں پائے جاتے ہیں +

جان۔ اس میں تو کوئی شک نہیں رہا۔ کہ معنی کے لحاظ سے تو مسلمانوں نے یہودیوں اور مسیحیوں کا سلام قبول کر لیا اور اب ان میں خاص ہوگیا۔ مگر خدا جانے کن الفاظ کا ترجمہ "تم پر سلامتی ہو" ہے +

خان۔ ہم عبرانی و یونانی زبانوں سے ناواقف ہیں۔ مگر مدرسہ علم الٰہی لاہور کے پادری قاضی خیراللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خداوند مسیح کے اصلی الفاظ "شلیم لکھیم" ہیں۔ پس ثابت ہوا۔ کہ ذرا سی تبدیلی سے وہی عربی میں "سلام علیکم" ہوگئے +

جان۔ یہاں تک۔ تو میری تسلی ہوگئی۔ مگر ہمارے مشنری صاحب کہتے ہیں کہ چونکہ یہ طریق مسلمانوں میں مروج ہے۔ پس ہم ان کے دستوروں کو عمل میں لا نہیں سکتے +

خان۔ نیک و بد کو سوچے بغیر یہ کہدینا کہ یہ فلاں اور وہ فلاں قوم کا حق ہے بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک میونسپل کمیٹی کے اجلاس میں ایک ہندو ممبر نے ریزولیوشن پیش کیا۔ کہ فلاں محلہ نہایت صفائی طلب ہے۔ چار مزید خاکروب لگا دئے جائیں۔ قومی جوش میں بھرے ہوئے ایک مسلمان ممبر صاحب فوراً بولے۔ کہ دو خاکروب ہندو اور دو مسلمان ہونے چاہئیں۔ جب ثابت ہوگیا۔ کہ السلام علیکم کا طریق مسیح اور اس کے شاگردوں کا طریق ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہم اب اسے رائج نہ کریں۔ بلکہ باہم اور جہاں کہیں اس کا رواج اور موقعہ ہو۔ آزادی سے رواج دینا چاہئے +

جان۔ مگر نئی بات خواہ وہ کیسی ہی حق کیوں نہ ہو۔ ہمارے لوگ کب قبول کرنے لگے +

خان۔ کانفرنس نے کرسمس پر دیوالی کا جو رزولیوشن پاس کیا۔ اور سودیشی کے حق میں آواز اٹھائی۔ اور قریباً ہر جگہ کرسمس چراغاں کا رواج ہوگیا۔ اور سایا کو چھوڑ کر اب ہر جگہ ساڑھیاں ہی ساڑھیاں نظر آنے لگی ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ السلام علیکم کا رواج بھی نہ ہو سکے +

جان۔ اچھا۔ تو اب میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ ہر مناسب مقام و موقعہ پر میں اس طریق کا استعمال کرونگا +

خان۔ تھینک یو۔

جان۔ اب بتایئے کہ کب ملاقات ہوگی۔ مجھے آپ کی باتیں بہت ہی دلپذیر معلوم ہوتی ہیں +

خان۔ انشاءاللہ۔ اگلے مہینے

خان

علاقہ ننگر

آہ ہماری امید بر آئی اور عین آخری وقت پر پادری ہیلپر صاحب کا یہ مضمون ہمیں پہنچ گیا۔ ع ۔ خط کے بو سرے ... [illegible] ایڈیٹر +

یہ علاقہ نیشنل مشنری سوسائٹی کا دوسرا علاقہ ہے۔ اسکا رقبہ ۱۳۸ ۲۷۴۳ ایکڑ اور آبادی ۲۲۶ ۱۹۸۹ ۔ اس میں ۳۵۲ مسیحی ہیں۔ چار مشن سٹیشن ہیں یعنی ننگر۔ سرساوہ۔ ننگر۔ گنگوہ۔ اس میں ایک مشنری اور چار ... [illegible] کام کرتے ہیں +

سرساوہ علاقہ کا سینڈ کوارٹر سرساوہ ہے جو ایک ریلوے سٹیشن ہے جسکی آبادی قریباً چار ہزار ہے۔ مشن کی طرف سے ایک روزانہ مدرسہ مختصر جاری میں قائم ہے۔ اسوقت طلبا کا شمار ... ہے جن میں ... لڑکیاں ہیں۔ اردو پڑھائی جاتی ہے۔ اب بچوں میں روز بروز پڑھنے کا شوق ترقی پر ہے۔ ماہ جنوری میں ان بچوں کو پڑھائی اور حاضری کے لئے انعام دیئے گئے۔ ہر اتوار کو ایک سنڈے اسکول ہوتا ہے۔ دو استاد ہیں اور طلباء کی اوسط حاضری ... ہے۔ اُن کو چھوٹی چھوٹی اور دلچسپ مسیحی کہانیاں سکھائی جاتی ہیں۔

ہندو مسلمانوں کیلئے ایک ریڈنگ روم جاری کیا گیا ہے۔ اس میں ہندو مسلمان آتے اخبار اور کتب پڑھتے ہیں۔ جنکو ... ان ڈور گیمز (INDOOR GAMES) بھی شروع کی گئی ہیں۔ اور ... [illegible] ... وغیرہ میں خاص طور پر مسیحی مزاج ظاہر کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ کئی ہندوؤں کو ... عہد نامہ کی جلدیں پڑھنے کے لئے تقسیم کی گئی ہیں۔ ... ان میں سے ایک اپنے جینی دوست کو اردو کا نیا عہد نامہ بطور انعام دیا اور اُن سے یہ درخواست کی کہ وہ اسکو پڑھا کریں۔ میرے دوست نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کو ضرور پڑھا کرینگے۔ منگل کے دن بازار کی منادی ہوتی ہے۔ گریموفون لگا دیتے ہیں تو سینکڑوں آدمی جمع ہو جاتے ہیں ... منادی ہوتی ہے +

یہاں کے ہندو مسلمانوں نے ہم سے کئی دفعہ کہا کہ ہم اُن کے لڑکوں کیلئے ایک روزانہ مدرسہ کھول دیں لیکن ہم نے انکو بار بار یہ جواب دیا کہ یہاں پر پہلے ہی ایک ڈسٹرکٹ بورڈ اسکول موجود ہے اور اگر ہم اپنا مدرسہ شروع کر دیں تو اسکو نقصان پہنچیگا اور یہ ہماری تحقیق سے بعید بات ہے بیشک ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے مکان پر لڑکوں کو بھیجیں تو ہم اُن کی پڑھائی میں مدد کر دیا کرینگے +

گنگوہ ننگر علاقہ کا سب سے بڑا قصبہ گنگوہ ہے۔ فروری کے مہینے میں ... اس قصبہ میں پندرہ دن کا دورہ کیا۔ ۷ گاؤں میں کام کیا۔ پانچسو سے زیادہ غیر مسیحیوں کو انجیل سنائی مسیحیوں سے ملاقات کی انکو تعلیم دی تاکہ ان کا ایمان مضبوط ہو +

ووکیشنل اسکول یہ اسکول ابھی شروع نہیں ہوا لیکن اسکے لئے بہت ... روپیہ بھی جمع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ جلد شروع ہو جائیگا۔ اور اس

themasihilahoremarch1923

وآئی۔ایم۔سی۔اے لاہور کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۳ ماہ حال اسوسی ایشن کے ہال میں منعقد ہوا جس میں مسٹر کے۔ٹی پال کی مجبوری عدم موجودگی میں مسٹر وی۔ایم الٰہی بخش نے قومی قابلیت پر ایک عالمانہ تقریر کی جس میں آپ نے ثابت کیا کہ اسکی بنیاد شخصی قابلیت پر قائم ہونی چاہئے۔ اور یہ شخصی قابلیت انسان کے تینوں اجزا یعنی جسم اور دل اور رُوح کے صحیح استعمال سے ہو سکتی ہے۔ انہیں تینوں حصّوں کی ترقی کو مدنظر رکھکر وآئی۔ایم۔سی۔اے نے سرخ "مثلث" اپنا نشان مقرر کیا ہے۔ جنرل سکرٹری مسٹر بی۔ایل رلیا رام نے اپنی سالانہ رپورٹ میں مختصراً جتایا کہ پنجاب میں یہ اسوسی ایشن عملی طور پر اپنی ہستی کے مدعا کو کیونکر پورا کر رہی ہے۔ چنانچہ لاہور میں جسمانی ترقی کے لئے ڈائرکٹران ورزش مقرر ہیں۔ علاوہ نئی نئی ورزشوں اور قواعد کے گتکا بازی اور فن کشتی بھی سکھایا جاتا ہے جو شخص چاہے کثرت کے متعلق جسمانی ملاحظہ ورزشی ڈائرکٹران سے کرا کر صلاح مشورہ لے سکتا ہے۔ تعلیمی پہلو سے شام کے وقت مختلف مضامین اُن شائقین کو سکھائے جاتے ہیں جنکو دن کے وقت اپنے روزانہ کاروبار سے فرصت نہیں ہوتی۔ ایک ریڈنگ روم ممبروں کے استعمال کیلئے کھلا رہتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے مفید مضامین پر لیکچر ہوا کرتے ہیں۔ ایک کمرہ مختلف سامان تفریح اور کھیلوں کے لئے وقف کیا گیا ہے۔ اتوار کے روز بعد دوپہر دینی مضامین پر اعلیٰ تقریریں کی جاتیں اور بائیبل میں سے سبق دئے جاتے ہیں۔ اس معمولی کارروائی سے بڑھکر ایک خاص کام کیا گیا ہے جسکے لئے یہ سال اسوسی ایشن کے کارناموں میں مدت تک قابل یادگار رہیگا یعنی اول مرتبہ لاہور میں ایک ہندوستانی کو جنرل سکرٹری کے عہدے پر ممتاز کیا گیا ہے۔ یہ سابق جنرل سکرٹری مسٹر ہیوم کی دریادلی اور سعی کا نتیجہ ہے جسکے لئے صاحب موصوف شکریہ کے مستحق ہیں۔ وآئی۔ایم۔سی۔اے کی پالیسی کا یہ عام اصول ہے کہ ہر ملک میں اُسی ملک کے باشندوں کو افسران اعلیٰ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ مسٹر کے۔ٹی۔پال۔ ہندوستان بھر میں وآئی۔ایم۔سی۔اے کے اعلےٰ سکرٹری ہیں۔ لاہور کے علاوہ دہلی میں ایک ہندوستانی جنرل سکرٹری مقرر ہوا ہے۔ چین اور جاپان میں بھی اسی اصول پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔ اسوسی ایشن کے ہندوستانی سکرٹریوں کی تنخواہ وغیرہ کے ذمہ وار خود ہندوستانی سکرٹری ہیں جو سال بسال مختلف مسیحی اور

مسیحی بچوں کو **گلدستہ** ضرور دیا جائے

سورج. چاند ستارے. اجرام فلکی مثلاً سورج. چاند ستاروں سیاروں دمدار تاروں اور شہاب ثاقب وغیرہ پر مکمل کتاب. صفحہ ۱۳۲. قیمت ۸/

شہد کی مکھی. شہد کیا ہے اور کن کن طریقوں پر بنتا ہے ۳۴ تصاویر کے ساتھ مضامین کو واضح کیا گیا ہے. صفحہ ۱۲۸ قیمت ۴/

لڑکوں کا راہنما. آجکل کے لڑکوں کو مروجہ خرابیوں سے بچا کر نیک اور صحت ور بنانے کے لئے ڈاکٹر شال کی کتاب کا ترجمہ صفحہ ۹۶ سنف ۴/ . رومن ۴/

نوجوانوں کا راہنما. جن خرابیوں میں پڑ کر نوجوان صحت جسمی و روحانی عقلی کو بگاڑ لیتے ہیں ان سے بچنے کی تدابیر بتائی گئی ہیں

سموئیل اڈجے کروذر ایک حبشی کی حیرت انگیز داستان جو افریقہ کا بشپ بن گیا

سموئیل مورس از پادری واعظ صاحب. ایک حبشی لڑکے کی عجیب و غریب روحانی زندگی کے تجربات صفحہ ۲۴۴ ا/

ننھے ننھے لوگ. کیڑے مکوڑوں تتلیوں بھونروں مکھیوں اور گبریلوں وغیرہ کا پر لطف بیان مع تصاویر صفحہ ا/

سٹینلی سیاح افریقہ سیاح مذکور کی سیاحتوں دریافتوں اور کارناموں کے دلچسپ حالات باتصویر ۲/

تیرے رہنے کا گھر انسانی جسم کے دلچسپ حالات ۳۰ تصاویر صفحہ ۲/

مترجم پادری منٹ انگلستان کی بڑی...

[illegible]

لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے

[illegible]

پھولوں کی کہانی

پھولوں کے اعضا و افعال خواص شادی بیاہ. تولید کھانے پینے اور کھیلنے وغیرہ کے دلچسپ حالات باتصویر. صفحہ ۔ قیمت ۴/

تسخیر پنجاب. انگریزوں اور سکھوں کی لڑائیاں. اور کس طرح پنجاب میں انگریزی حکومت قائم ہوئی. غضب کا ناول ہے. صفحہ ۲۱۰ قیمت

المشتہر

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

منگوا کر نفع حاصل کریں